خانقاہ حضرت رائے پوری رحمہ اللہ کا ترجمان

ماہنامہ

مِلّیَہ

فیصل آباد پاکستان

ذوالحج ۱۴۳۶ھ بمطابق ستمبر 2015ء

كلمة الحبيب

دینی مدارس پر ایجنسیوں کی یلغار

ابنِ انیس حبیب الرحمٰن لدھیانوی

* مجالس سید الطائفہ قطب العالم قطب الاقطاب حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہٗ
* تحریک ختم نبوت تاریخ کے آئینے میں ابنِ انیس حبیب الرحمٰن لدھیانوی
* ذی الحجہ کے ابتدائی دس دنوں کی فضیلت
* جامِ توحید از: مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحبؒ
* حل مشکلات کا نبوی نسخہ
* اقوال حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ
* خواتین کے صفحات خادمۃ القرآن
* بچوں کے صفحات

مدیر اعلیٰ و سرپرست

ابنِ انیس مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی

خلیفہ مجاز حضرت سید نفیس الحسینی رحمہ اللہ

www.milliafsd.com

سلام

ابن انیس مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی

سلام اُس ذات پر جو ہے مکینِ گُنبدِ اَخضَر
سلام اُس پر جو اُمت کے لئے ہے شافعِ محشر
سلام اُس پر کہ جس کے نور سے عالم منوّر ہے
سلام اُس پر کہ جس کے حُسن سے ہے ہر حسیں دلبر
سلام اُس پر کہ جس کے فکر کا قائل زمانہ ہے
سلام اُس پر کہ جس کے ذکر کو رَبّ نے کیا برتر
سلام اُس پر کہ جھک جاتی ہیں آنکھیں جس کے روضے پر
سلام اُس ذات پر جو تاقیامت ہو گئی رہبر
سلام اُس پر کہ جس کی رفعتوں کی حد نہیں کوئی
سلام اُس ذات پر جو ہے خدا کے نور کا مظہر
سلام اُس پر جو آخر میں ہے آیا سارے نبیوں کے
سلام اُس پر کہ جس کے بعد پھر نہ آئے پیغمبر
سلام اُس پر کہ جو کون و مکاں کی ہے بنا زینت
سلام اُس ذاتِ اقدس پر کہ جو ہے ساقیٔ کوثر
سلام اُس پر کہ سارے ہی صحابہ؄ جس کے عادل تھے
سلام اُس پر کہ جس کی آل بھی سب سے ہوئی برتر
سلام اُس پر کہ جس نے بدر میں کایا پلٹ دی تھی
سلام اُس پر کہ جانبازوں کا جس کے پاس تھا لشکر
سلام اُس پر جو محرم بن کے آیا تھا غریبوں کا
سلام اُس پر گنہگاروں کے حق میں بھی جو تھا مُضطَر
سلام اُس پرحبیبِ کبریا جس کا لقب ٹھہرا
سلام اُس پر جو آیا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْن بن کر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہر اسلامی مہینے کے شروع میں شائع ہوتا ہے

خانقاہ حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمان

ملیہ

فیصل آباد پاکستان

ذوالحج ۱۴۳۶ھ

شمارہ نمبر 12 جلد نمبر 11

بمطابق ستمبر 2015ء

فہرست مضامین

بفیض

قطب الاقطاب حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ

رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا مہاجر مدنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

امیر ثانی تبلیغ حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

بیاد

حضرت مولانا انیس الرحمٰن لدھیانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

پیر طریقت حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مدیر اعلیٰ و سرپرست

حضرت مولانا ابن انیس حبیب الرحمٰن لدھیانوی صاحب

خلیفہ مجاز حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب

مدیر

مولانا حماد الرحمٰن لدھیانوی

نائب مدیر

مولانا جواد الرحمٰن لدھیانوی

فی شمارہ 30 روپے

پاکستان میں سالانہ 300 روپے

سالانہ بدل اشتراک بیرونِ ملک 45 امریکی ڈالر

رابطہ کیلئے

ماہنامہ ملیہ جامعہ ملیہ اسلامیہ

محلہ خالصہ کالج P.O مدینہ ٹاؤن، فیصل آباد پاکستان 041-8711569, 0321-6611910

ناشر: حبیب الرحمٰن لدھیانوی

مطبع: ظفر اینڈ فضل پرنٹنگ پریس فیصل آباد

کلمۃ الحبیب

دینی مدارس پر ایجنسیوں کی یلغار

ابن انیس حبیب الرحمٰن لدھیانوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

گزشتہ ماہ کی ایک شام تقریباً تین بجے تھے کہ ساٹھ، ستر افراد جن میں سے اکثر نے پولیس کی وردیاں پہنی ہوئی تھیں ان میں ایک عورت بھی تھی نے اچانک مدرسہ پر دھاوی بول دیا۔ سب سے پہلے مدرسہ کے دفتر کے سامنے پہنچے، اور دفتر کا دروازہ توڑنے کے کوشش کی، مدرسہ کے ملازمین نے کہا کہ دروازہ نہ توڑیں ہم چابی کے ساتھ دفتر کا تالا کھول سدیتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے تالہ کھولنے کی اجازت دیدی۔ جب تالا کھول دیا گیا تو سب سے پہلے پولیس والوں نے دفتر سے سیکورٹی کیمروں والی مشین کا سوئچ نکالا اور اس مشین کو اپنی تحویل میں لے لیا، تاکہ پولیس کی اس بے رحمانہ کارروائی کو کیمرے کی آنکھ محفوظ نہ کر سکے۔ (چونکہ کچھ عرصہ قبل مدرسہ والوں نے مدرسہ کی سیکورٹی کے باعث مدرسہ کے چاروں طرف کیمرے لگادیئے تھے، تاکہ ہر آنے جانے والے پر نظر رہے)۔ اب چونکہ تمام کیمرے بند ہو چکے تھے تو اس کے بعد بے دھڑک اس دفتر کی تلاشی شروع ہوگئی۔ دفتر کا تمام سامان اُلٹ پلٹ کر دیا گیا۔ انہیں اور تو کچھ نہیں ملا البتہ دفتر سے کچھ ایسے ماہنامہ رسائل اٹھالئے گئے جو کہ مختلف اداروں کی طرف سے شائع ہوتے ہیں اور مدرسہ کی خواہش نہ ہونے کے باوجود کو اعزازی طور پر بھیج دیئے جاتے ہیں۔ پھر اس کے ساتھ مدرسہ کے ناظم کا ذاتی لیپ ٹاپ کمپیوٹر بھی اٹھالیا گیا۔ پھر مدرسہ کے مہتمم صاحب کے دفتر کا دروازہ توڑنے کی کوشش شروع کردی گئی، مگر مدرسہ کے عملے نے اُس کا تالا بھی کھول دیا۔ چنانچہ اس دفتر کی تمام الماریوں کو کھنگال دیا گیا۔ اس کی الماریوں میں جتنی بھی کتابیں تھیں بے دردی کے ساتھ نکال کر نیچے پھینک دی گئیں۔ جن میں قرآن مجید، اس کی تفاسیر، احادیث اور ان کی تفاسیر، اس کے ساتھ ساتھ دیگر مذہبی کتابیں اور رسائل شامل تھے۔ وہاں

سے ایک دو کتابیں اٹھائیں۔ پھر اس کے بعد مہتمم مدرسہ کے گھر پر دھاوی بول دیا گیا۔ ان میں ایک عورت کے سوا تمام کے تمام مرد ہی تھے، مہتمم مدرسہ موجود نہ تھے، گھر کی بچیوں نے اندر سے دروازہ بند کرلیا، دھاوی بولنے والوں نے دروازہ توڑنے کی بھرپور کوشش کی، دروازہ ٹوٹنے کے ڈر سے بچیوں نے دروازہ کھول دیا۔ دھڑا دھڑ اندر داخل ہوگئے۔ اور سیدھے مہتمم صاحب کے ذاتی کمرے میں گھس گئے۔ سامان اُلٹنا پٹنا شروع کردیا۔ تمام الماریوں اور تمام درازوں بشمول بستر کی تلاشی لی گئی، کچھ حاصل نہ ہوا۔ پھر سارے گھر میں پھیل گئے ہر کمرہ کو چیک کیا، یہاں تک کہ باورچی خانے کو بھی اچھی طرح چیک کیا گیا، تمام سامان الماریوں اور درازوں سے نکال کر بکھیر دیا گیا، کچھ بھی برآمد نہیں ہوا۔ پھر مدرسہ کی ایک پرانی سی گاڑی کو چیک کرنے کی طرف بڑھے، اس کا بھی شیشہ توڑنے کی کوشش کی گئی، مگر مدرسہ کے عملے نے اسے چابی سے کھول دیا، اس کو بھی بڑی بے دردی چیک کیا گیا مگر اس سے بھی کچھ برآمد نہیں ہوا۔ پھر اس کے بعد لڑکیوں کے مدرسہ کی طرف بڑھے، مدرسہ کے عملے نے ان سے کہا گیا کہ لیڈی پولیس لے آ ؤ، ہمیں چیک کروانے میں کوئی اعتراض نہیں، مگر بات نہ مانی گئی ،صرف ایک ہی لیڈی کے ساتھ تمام مرد لڑکیوں کے مدرسہ میں بے دھڑک داخل ہوگئے۔ پورے مدرسہ کی سخت ترین تلاشی لی گئی، تمام الماریوں کو چیک کیا گیا۔ مدرسہ کی لڑکیوں اور اساتذہ سے اس طرح سوالات کیئے گئے کہ سب کے سب خوف زدہ ہوگئے۔ وہاں سے بھی چند کتابیں لے گئے۔

پھر لڑکوں کے مدرسہ اور مسجد کی طرف دوبارہ بڑھے، مدرسہ کے اساتذہ اور طلباء سے سخت سرزنش شروع ہوگئی۔ مدرسہ کے ایک استاد ذرا سہم گئے تو انہیں حراست میں لے لیا گیا، ایک صاحب جو کہ مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے آئے تھے انہیں بھی حراست میں لے لیا گیا۔ مدرسہ کے باورچی خانے کی بھی جی بھر کے تلاشی لی گئی ،اس سے بھی کچھ برآمد نہ ہوا۔ پھر جاتے ہوئے مدرسہ کے استاد، نمازی، کچھ رسائل و کتابیں، مدرسہ کے ناظم کا کمپیوٹر اور مدرسہ کی سیکورٹی کیمروں والی مشین ساتھ لے گئے۔ اور دوسرے دن اخباروں میں شائع کرادیا گیا کہ مدرسہ سے دو مشکوک دہشت گرد افراد کو تحویل میں لے لیا گیا، اور مدرسہ سے نفرت انگیز لٹریچر بھی تحویل میں لے لیا گیا۔ پھر دوسرے دن ان دو مشکوک دہشت گردوں کو بے گناہ جان کر چھوڑ بھی دیا گیا۔

یہ وہ داستان ہے جو کہ جامعہ ملیہ اسلامیہ فیصل آباد میں پیش آئی۔ مدرسہ والوں نے یہ سمجھا

کہ شاید ہمارے ہی ساتھ یہ سب کچھ ہوا ہے، بعد میں شہر کے دوسرے مدارس کے ذمہ داروں کو امداد طلب امید سے فون کئے گئے تو معلوم ہوا کہ ان کے ساتھ بھی یہی کچھ ہوا ہے، بلکہ بعض کے ساتھ اس سے بھی کچھ زیادہ ہوا ہے۔ پھر معلوم ہوا کہ پورے پنجاب میں ہر مدرسہ پر دھاویٰ بولا گیا ہے، اور کسی بھی مدرسہ سے اسلحہ تو کجا ایک گولی بھی برآمد نہیں ہوئی اور نہ ہی کوئی مطلوب دہشت گرد پکڑا گیا۔ اس کے باوجود بعض مدارس کے مہتمم حضرات کو اس طریقہ سے گھسیٹ کر پولیس کی گاڑیوں میں لیجایا گیا کہ بگڑے ہوئے جانوروں کے ساتھ بھی ایسا سلوک نہیں کیا جاتا۔ جامعہ حنفیہ بورے والا ضلع وہاڑی کے ۷۵ رسالہ مہتمم استاد العلماء حضرت مولانا قاری محمد طیب حنفی مدظلہ جو کہ دل کے مریض بھی ہیں جن کا مدرسہ پورے پاکستان میں کارکردگی کی بنیاد پر سرفہرست ہے، بورے والا سے حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ کے داماد حضرت مولانا قاری عبدالرزق مدظلہ، جامعہ خالد بن ولید (ٹھنگی ضلع وہاڑی) کے مہتمم استاد العلماء اور خلیفہ مجاز حضرت سید نفیس الحسینیؒ حضرت مولانا محمد ظفر قاسم مدظلہ (جن کا مدرسہ بھی اپنی مثال آپ ہے) کے صاحبزادے کو پولیس والے اٹھا کر لے گئے۔ حالانکہ ان ہی کے مدارس پر دودن پہلے چھاپے مارے گئے تھے اور کچھ بھی برآمد نہیں ہوا تھا۔ پھر ان کے متعلق کسی کو بھی نہ بتایا گیا کہ یہ لوگ کہاں رکھے گئے ہیں۔ ضلع وہاڑی کے تمام تھانے چھان مارے گئے مگر کچھ نہ پتہ چلا۔ آخرکار وفاق المدارس پاکستان کے ناظم اعلیٰ حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری مدظلہ کی کاوشوں سے علم ہوا کہ یہ سب حضرات تھانہ لودھی ملتان میں قید ہیں۔ اس تھانے کے متعلق مشہور ہے کہ خطرناک قسم کے قیدیوں کو یہاں رکھا جاتا ہے۔ چنانچہ وفاق المدارس کے ناظم اعلیٰ کی کاوشوں سے ان سب کو رہائی ملی۔ اسی طرح جامعہ خیر المدارس ملتان سے منسلک ایک ادارہ جامعۃ الخیر جو کہ جوہر ٹاؤن لاہور میں ہے اس کے ناظم حافظ نعمان حامد کو دن دہاڑے باقاعدہ ہتھکڑی لگا کر اور آنکھوں پر پٹی باندھ کر پولیس وین میں لے جایا گیا۔ پھر بعد میں مولانا قاری محمد حنیف جالندھری کی کوششوں سے ان کو چھوڑ دیا گیا۔ اس قسم کی لرزہ خیز داستانیں کئی جگہ سے ملی ہیں۔ حکومت وقت کی طرف سے فورتھ شیڈول کے عنوان سے ایک ضابطہ بھی بنایا گیا ہے، جس کا مقصد قاتلوں دہشت گردوں کو قابو میں لانا ہے، ان کی سخت نگرانی کرنا ہے، اور ان قاتلوں یا دہشت گردوں کو پابند کرنا ہے کہ وہ اپنی ہر حرکت کی رپورٹ مقامی پولیس تھانے کو دیں، حاضری لگوائیں۔ مگر قربان جائیں ہمارے حکومتی اداروں کے ذمہ داروں پر کہ اس

شیڈول کے سب سے زیادہ نشانہ علماء دین ہی بن رہے ہیں، خصوصاً دینی مدارس کے ذمہ داروں پر اس فورتھ شیڈول کولاگوکیا جارہا ہے۔

ہمارے ملک میں یہ کچھ ہوگیا جوکہ پورے برصغیر میں اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا۔متحدہ ہندوستان میں جب کہ انگریز اس پر قابض تھا اس نے بھی دین اسلام کے مخالف ہونے کے باوجود دینی مدارس میں مداخلت کی ایسی جرأت نہ کی۔ ہمارے ہاں یہ بات مشہور کردی گئی ہے کہ دینی مدارس سے ایسے افراد پیدا کیے جارہے ہیں جوکہ ریاست کی رِٹ کو چیلنج کرتے ہیں۔انگریز کے دور میں واقعی ریاست کی رٹ کو چیلنج کیا جاتا تھا، ہندوستان میں آزادی کی کئی تحریکیں ایسی چلیں ہیں جن کے پیچھے مدارس اور خانقاہیں موجود تھیں ،مگر اس کے باوجود کبھی کسی مدرسہ پر اس طرح چھاپے نہیں مارے گئے۔البتہ ان مدارس سے فارغ شدہ افراد کو ضرور پکڑا گیا جو کہ آزادی کی جنگ لڑرہے تھے۔ ہندوستان میں انگریز کے خلاف سب سے بڑی اور خطرناک تحریک ریشمی رومال تھی، اس میں شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسنؒ دیوبندی، شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ اور ان کے ساتھی تمام کرداروں کو تو پکڑا گیا مگر دارلعلوم دیوبند (جس سے یہ حضرات نہ صرف فارغ التحصیل تھے بلکہ پھر اُسی دارلعلوم دیوبند کو یہی حضرات چلا بھی رہے تھے، اور اُسی دارلعلوم کی سوچ وفکر بھی اس تحریک کے پیچھے کارفرما تھی) اس کے باوجود دارلعلوم دیوبند یا پورے ہندوستان میں اس سے منسلک کسی بھی دینی ادارے پر انگریز حکومت کی طرف سے کبھی بھی اس طریقے کا آپریشن یا ایکشن نہیں کیا گیا۔

پھر تقسیم ہند کے بعد سے ہندوستان میں ہزاروں مدارس قائم ہوئے اور اب تک چل رہے ہیں، ہندوستان میں ان دینی مدارس پر پاکستان کی حمایت کا الزام بھی لگایا جاتا ہے۔مگر اس کے باوجود حکومت ہند کی طرف سے کسی بھی مدرسے کے خلاف اس قسم کا ایکشن نہیں ہوا۔تحقیق وتفتیش اور چیز کا نام ہے، وہ تو دنیا میں ہر جگہ ہوتی ہے مگر اس گھٹیا طریقے سے اکابرین قوم کو ذلیل کرنے کا طریقہ ہمارے ملک میں ہی پایا جاتا ہے۔

ہمارے ملک کے قیام کے بعد اس کی بانی جماعت مسلم لیگ نے شروع ہی سے یہ رویہ

اختیار کیا ہوا ہے۔ ۱۹۵۳ء میں جب تحریک ختم نبوت چلی تو اس پر بھی ظلم وبربریت کے جو پہاڑ توڑے گئے وہ بھی پاکستان کی بانی جماعت کا دور تھا، اس وقت کا وزیر اعظم خواجہ ناظم الدین تہجد گزار تھا، مگر روایات کے مطابق اس کے باوجود حکومت کی طرف سے مارشل لاء لگا کر ہزاروں افراد بھون ڈالے گئے، مگر مسئلہ ختم نبوت جوں کا توں رہا۔ جبکہ ۱۹۷۴ء میں ذوالفقار علی بھٹو کی حکومت تھی، جس کے متعلق مشہور تھا کہ یہ لامذہب حکومت ہے۔ اس دور میں تحریک ختم نبوت چلی تو کوئی شخص نہیں مارا گیا اور مسئلہ عقیدۂ ختم نبوت حل ہوگیا۔ پاکستان میں دین مخالف حکومتیں بھی آئیں، خصوصاً پاکستان میں سوشلسٹ اور کیمونسٹ ٹائپ حکومتیں آئیں، انہوں نے بھی ان مدارس کی طرف میلی آنکھ سے نہیں دیکھا۔ جنرل پرویز مشرف کا دور لال مسجد پر ایکشن کی وجہ سے سیاہ ترین دور کہلاتا ہے مگر اس کے باوجود اس نے بھی دینی مدارا اس کے ساتھ ایسا رویہ نہیں اپنایا۔ مجھے یاد ہے کہ مشرف دور میں مدارس میں اصلاحات کے نام سے ایک محکمہ قائم کیا گیا تھا جو کہ روزانہ کی بنیاد پر دینی مدارس کی چھان بین کرتا تھا۔ تقریباً روز ہی کسی نہ کسی ایجنسی کا نمائندہ آموجود ہوتا تھا۔ میں ان سے پوچھا کرتا تھا کہ ہماری جان کب چھوٹے گی۔ تو وہ گول مول سا جواب دیتے۔ ۲۰۰۸ء میں جب شریف برادران کی پنجاب میں حکومت قائم ہوئی تو ایک ایجنسی کے نمائندے نے کہا ''لو مولوی جی مبارک ہو اب پنجاب میں شریف برادران کی حکومت آ گئی ہے، یہ دیندار لوگ ہیں اب آپ کے لئے مشکلات کم ہو جائیں گی''۔ چنانچہ اس کے بعد آسانی کا جو دور شروع ہوا ہے اس کی ایک جھلک قارئین کے سامنے ہم پیش کر چکے ہیں۔ ہمارے ملک میں تو دینی مدارس نے دین وملک وملت کو بچانے کے لئے بڑی سے بڑی قربانیاں دیں، خصوصا پاکستان میں اس کی بقا کے لئے تو ہراول دستے کا کام دیا۔ مگر کیا وجہ ہے جب بھی ہمارے ملک میں شریفوں کی حکومت آتی ہے جو کہ اپنے آپ کو اسلام کا صحیح نمائندہ حکومت سمجھتی ہے، ان کے اسی دعوے کی بنیاد پر دیندار لوگ ووٹ دے کر برسر اقتدار لاتے ہیں تو نہ جانے یہ شریف لوگ کونسی دنیا میں پہنچ جاتے ہیں۔ ان شریفوں کی حکومت کو لانے کے لئے لوگ سجدوں میں گڑگڑا کر دعائیں مانگتے ہیں، مگر یہی شریف کہلانے والے لوگ اللہ کی بجائے نہ جانے کس کے سامنے سجدہ ریز ہو جاتے ہیں۔ بلکہ اب تو

جولوگ ان کی حکومت کے قیام کے لئے دعائیں مانگتے تھے وہی لوگ ان کی حکومت کے خاتمے کے لئے قنوت نازلہ پڑھتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

دسمبر۲۰۱۴ء میں جب پشاور میں آرمی سکول کے معصوم بچوں پر ظالمانہ اور بزدلانہ حملہ کر کے ان کے پرخچے اُڑادیئے گئے تو دردِ دل رکھنے والے کونسے انسان کی آنکھوں سے آنسو جاری نہیں ہوئے تھے۔کس کس نے اس سانحہ کے نوحے نہیں لکھے تھے۔کونسے مدرسہ والے نے اس اقدام کو ناجائز قرار نہیں دیا تھا؟ سب نے ایک ہی آواز بلند کی تھی کہ اس بربریت کے ساتھ کوئی نہیں،اس سانحہ کے ذمہ داروں کو تختۂ دار پر لٹکا دیا جائے۔پورا ملک ایک ہی پلیٹ فارم پر جمع تھا اور آج تک جمع ہے۔مگر یار لوگوں نے اپنے غیر ملکی آقاؤں کو خوش کرنے کے لئے ہماری بہادر افواج کا رُخ صرف اور صرف دینی مزاج رکھنے والوں کی طرف موڑ دیا۔ٹی وی اور اخباری میڈیا پر وہ طوفان بدتمیزی اُٹھایا گیا کہ الامان۔

دینی مدارس کے پھلنے پھولنے پر سب سے زیادہ تکلیف ان لوگوں کو ہے جو کہ باہر سے ملنے والے مال پر نظر رکھتے ہیں،اور اس معاملے میں یا تو ان کو براہ راست امداد ملتی ہے یا پھر کمیشن۔چند ماہ قبل ہم نے دیکھا کہ پشاور آرمی سکول پر حملے کی آڑ میں پورے پاکستان کے سکولوں،کالجوں اور یونیورسٹیوں کی سیکورٹی کے بہانے اونچی اونچی دیواریں کھڑی کر دی گئی،جس پر اربوں روپیہ خرچ آیا،نہ جانے یہ روپیہ قوم کا تھا یا باہر سے آئی ہوئی امداد، اور اس میں ہر سکول و کالج کے چوکیدار سے لے کر پرنسپل تک کے عہدے کے لوگوں نے اپنے اپنے ظرف کے مطابق خوب خوب حصہ وصول کیا۔ہمارے ساتھ ایک کالج ہے،اسی ہی کو کوئی غیر جانبدار افسر آ کر خود دیکھ لے کہ کیسا گھپلہ کیا گیا ہے۔ہمارے ساتھ والا کالج پہلے سے ہی محفوظ ہے مگر یہاں پر بھی بے جا عمارتیں اور دیواریں کھڑی کر کے خوب حصہ وصول کیا گیا ہے۔جبکہ دینی مدارس میں ایک ایک روپیہ سوچ سمجھ کر خرچ کیا جاتا ہے،وہ اس لئے کہ دینی مدارس گورنمنٹ کی امداد سے نہیں چلتے،اسی لئے ان مدارس میں کمیشن مافیا نہیں ہے۔ان مدارس کے تمام کے تمام اخراجات پاکستانی مسلمانوں ہی سے پورے کئے جاتے ہیں۔لوگوں

کو ان مدارس پر اعتماد ہے اس لئے ان کو حکومت سے امداد لینے کے ضرورت کم ہی پڑتی ہے۔ بیرون ملک کی کسی بھی مسلمان حکومت سے براہ راست دینی مدارس کو کوئی رقم نہیں دی جاتی، اگر ایسا کوئی معاملہ ہے تو چند محدود افراد کو ذاتی یا مسلکی بنیاد پر بیرونی امداد ملتی ہے۔ دینی مدارس کے مخالف لوگوں کا شور ہے کہ ایسی امداد بند کی جائے۔ ہمارا بھی یہی مطالبہ ہے کہ ایسے مدارس جو کہ براہ راست کسی غیر ملکی حکومت سے مسلکی یا ذاتی بنیاد پر امداد لیتے ہیں ان کی نہ صرف اس قسم کی امداد بند کی جائے بلکہ ان مدارس ہی کو بند کر دینا چاہیے۔ ہمارے ملک میں فرقہ واریت کی جڑ یہی امداد ہے کیونکہ دوسرے ممالک اپنے مسلک کی جنگ ہمارے ملک میں لڑتے ہیں۔ مگر یہ بند کیوں نہیں ہو رہی؟ اس لئے کہ ہمارے ملک کے اعلیٰ عہدوں پر انہی غیر ملکوں کی امداد سے پلنے والے لوگ براجمان ہیں۔ جب اس قسم کے مدارس کو غیر ملکی حکومتوں کی طرف سے امداد وصول ہوتی ہے تو اس میں انہی براجمان لوگوں کا کمیشن بھی ہوتا ہے۔ مشرف دور میں سننے میں آیا تھا کہ امریکہ نے تیس ارب کے قریب پاکستانی روپیہ حکومت کو دینی مدارس کی امداد کی مد میں دیا تھا۔ مگر وفاق ہائے مدارس عربیہ نے لینے سے انکار کر دیا تھا۔ مگر حکومت بضد تھی کہ یہ رقم دینی مدارس والے وصول کر لیں، مگر کسی مدرسہ نے وصول نہیں کی۔ مجھے ایک حکومتی کارندے نے بذات خود آ کر کہا کہ آپ مدرسہ کے لیٹر پیڈ پر درخواست لکھ کر میرے حوالے کر دیں، میں آپ کو آپ کی سوچ سے زیادہ رقم دلوا دوں گا۔ میں نے معذرت کر لی، میں نے کہا کہ کل کو میں اس کا حساب کتاب کہاں دیتا پھروں گا۔ اس نے کہا کہ آپ سے حساب کون لے گا کیونکہ آپ کے مدرسہ کے نام رقم کی منظوری کے ساتھ ہی امداد کی درخواست منظور کرنے والے کو کمیشن مل جائے گا، میں نے حیرانگی سے پوچھا کہ اس میں کمیشن بھی چلتا ہے؟ تو اس پر اس نے کہا کے اس کے بغیر یہ کام ہوتا ہی نہیں۔ میں نے امداد کے لئے درخواست دینے سے صاف انکار کر دیا۔ اس پر وہ صاحب منہ بنا کر کہنے لگے ''یہی تو مولویوں کا مسئلہ ہے نہ خود کھاتے ہیں اور نہ کسی کو کھانے دیتے ہیں''۔ پھر اس کے بعد وہ حکومتی کارندہ نظر نہیں آیا۔ سنا ہے وہ رقم جو کہ مشرف دور میں امریکہ سے آئی تھی وہ مدارس نے وصول نہیں کی، اگر وصول کی بھی ہو گی تو چند مدارس ہی ہونگے۔

میں گزشتہ کچھ سالوں سے بیرو ملک بھی جاتا رہتا ہوں، میرا خیال ہے کہ غیر ملکی ایمبیسیوں کے ویزہ آفسوں میں ہم جیسے مسافر مولویوں کا ریکارڈ ہوتا ہے۔ مجھے یاد ہے کہ جب امریکی رقم کی تقسیم کا یہ سلسلہ چل رہا تھا اور دینی مدارس اس کی وصولی سے انکاری تھے تو انہی دنوں ایک غیر ملکی قانصل خانے کے عوامی رابطہ افسر نے مجھے ملنے کے لئے اپنے قونصل خانے بلوایا۔ اور باتوں باتوں میں مجھ سے امداد نہ لینے کے متعلق پوچھا تو میں نے جواب میں کہا کہ ہندوستان میں ۱۸۵۷ء میں انگریز حکومت کے قائم ہونے کے بعد جب دینی مدارس قائم کئے گئے تو ان مدارس کے بانیوں نے بنیادی مسئلہ یہ رکھا گیا تھا کہ ان دینی مدارس کو چلانے کے لئے کسی بھی ملکی یا غیر ملکی حکومت سے مالی امداد نہیں لی جائے گی، بلکہ مسلمان عوام الناس سے چندہ کیا جائے گا، اس لئے کہ اگر کسی حکومت سے امداد لی جائے گی تو جب تک وہ حکومت رہے گی مدرسہ رہے گا اور جب وہ حکومت ختم ہو جائے گی تو اس سے امداد نہ ملنے سے مدرسہ بھی بند ہو جائے گا۔ اس کا تجربہ اس سے پہلے بھی ہو چکا ہے، جہاں پر مسلمان حکومتیں دینی مدارس چلاتی تھیں جب وہ ختم ہو گئیں تو دینی مدارس بھی ختم ہو گئے۔ جبکہ مسلمان عوام الناس کے چندے سے چلائے جانے والے دینی مدارس اس لئے قائم رہیں گے کیونکہ مسلمان عوام الناس قیامت تک رہیں گے اور یہ دینی مدارس بھی قیامت تک رہیں گے۔ میری یہ بات سن کر وہ غیر ملکی افیسر اپنی کرسی پر پہلو بدل کر رہ گیا۔ پھر اس کے منہ سے نکلا ”آئی سی“۔ پھر وہ کہنے لگا یہ بات تو سمجھ میں آ گئی کہ دینی مدارس والے براہ راست ہم سے کوئی مدد نہیں لیں گے اس کے باوجود اگر ہم خلوص دل کے ساتھ ان کی امداد کرنا چاہیں تو اس کا کیا طریقہ ہو سکتا ہے؟ میں نے جواب دیا کہ سیدھی سی بات ہے آپ حکومت کو اس بات پر آمادہ کریں کہ وہ دینی مدارس اور مساجد سے بجلی اور گیس کے بل وغیرہ وصول نہ کرے۔ اس پر وہ افیسر سوچ میں گم ہو گیا، پھر تھوڑی دیر کے بعد کہنے لگا کہ یہ سب سے بہتر طریقہ ہے۔ پھر کہنے لگا کہ ”تم سے ملاقات اور تمہارے خیالات سن کر مجھے آج معلوم ہوا کہ دینی مدارس کو چلانے والے کتنے صاحب بصیرت لوگ ہیں جو کہ ہر اچھے اور بُرے پہلو پر بھی نظر رکھتے ہیں، اور یہ چیز ہمارے ملکوں میں تعلیمی اداروں کو چلانے والوں میں نہیں پائی جاتی، ہمارے ہاں تو تعلیم صرف بزنس بن

کر رہ گئی ہے''۔ میں سمجھ گیا کہ اس نے مجھے خوش کرنے کیلئے اس قسم کی بات کی ہے۔

اب جبکہ شوال المکرّم کا مہینہ چل رہا تھا اور اسی مہینے میں دینی مدارس پر چھاپے مارنے کی وجہ اس کے سوا اور کچھ نہیں ہوسکتی کہ اس مہینے میں دینی مدارس میں سالانہ داخلے کھلے ہوتے ہیں، دینی تعلیم کے خواہش مند جوق در جوق دینی مدارس کا رُخ کرتے ہے۔ جبکہ حکومتی سطح پر قائم سکول و کالج میں داخلے کی شرح انتہائی کم ہو چکی ہے۔ دوسری طرف حکومت کو تعلیم عام کرنے کے نام پر اربوں ڈالر دیئے جا رہے ہیں، حکومت کی کوشش ہے کہ بچے مدارس کی بجائے سکولوں اور کالجوں میں جائیں، جبکہ ایسا نہیں ہو رہا ہے۔ حکومت کی طرف سے طلباء کو سکولوں اور کالجوں کی طرف متوجہ کرنے کے لئے پُرکشش مراعات کا اعلان بار بار کیا جا رہا ہے مگر اس پر دیندار لوگ کان نہیں دھرتے، دینی مدارس میں داخلوں کے اس موسم میں کریک ڈاؤن کرنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ لوگوں کے دلوں میں دینی مدارس کے متعلق خوف پیدا کر دیا جائے، تاکہ لوگ اس طرف نہ آئیں۔ مگر پھر بھی لوگ دینی مدارس کی طرف ہی متوجہ ہو رہے ہیں۔ ہمارے ساتھ جو کالج اور سکول ہے اس نے اس سے پہلے شاید ہی کبھی داخلے کا اشتہار اخبار میں دیا ہو، مگر آجکل اخباروں میں اس کالج کی طرف سے بھی داخلے کا اشتہار آیا ہے۔ اس سے پہلے اسی کالج میں داخلوں کا یہ عالم ہوا کرتا تھا کہ داخلے کے لئے سفارش کروانا پڑتی تھی۔ مجھے یاد ہے کہ پہلے کئی دفع میری سفارش پر کالج کے پرنسپل صاحبان طلبا کو داخلہ دیدیا کرتے تھے، حالانکہ اس وقت کالج کے داخلے پورے ہو چکے ہوتے تھے جگہ نہیں ہوتی تھی مگر پھر بھی پرنسپل صاحبان مجھے کہا کرتے تھے کہ ''مولانا آپ آگئے ہیں اب اگر چہ داخلے کے گنجائش نہیں مگر آپ کو نہ کرنے کی بھی گنجائش نہیں''۔ پہلے کالج کے پرنسپل صاحبان انتہائی احترام اور محبت کرنے والے ہوتے تھے، آجکل شاید احترام محبت کرنے والی وہ نسل ہی عنقا ہو گئی ہے۔

سب سے بڑا بھیانک کردار اس وقت میڈیا ادا کر رہا ہے، کیونکہ اس میڈیا کو چلانے والے تمام کے تمام غیر ملکی آقاؤں کے غلام ہیں۔ میڈیا کا کام جلتی پر تیل کا ہے۔ خصوصاً دینی مدارس کو یہ طبقہ بڑھ چڑھ کر بدنام کر رہا ہے۔ اس طبقہ کے لئے ملک، قوم، مذہب کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ یہ طبقہ اپنے

غیر ملکی آقاؤں کی خواہشوں کی تکمیل کے لئے ملک کی فوج، ملک کی حکومت اور اس سے منسلک اداروں کو بدنام کرنے کا کوئی موقع ضائع ہونے نہیں دیتا۔فوج اور حکومت کو لڑانے میں یہ طبقہ پرانا ماہر ہے مگر پہلی دفعہ دینی مزاج کے لوگوں کے ساتھ حکومتی ایجنسیوں لڑانے میں کامیاب ہوا ہے۔ یہ بات ذہن میں رہے کہ ہمارے ملک میں دینی مزاج کے لوگوں نے حکومت یا ملکی ایجنسیوں سے اختلاف ضرور کیا ہے مگر کبھی بھی ان مذہبی لوگوں نے ملک یا فوج کے خلاف کوئی بات کی اور نہ ہی ان کے خلاف ہتھیار اُٹھایا، چند گروہوں کو بنیاد نہیں بنایا جاسکتا۔آج تک کسی بھی سیاسی مخالفت کے باوجود ملک کو توڑنے یا کمزور کرنے کی کسی سازش میں مذہبی لوگ شامل نہیں ہوئے۔مگر اس کے باوجود شدت پسندی کے نام سے ان کو ملک دشمن ظاہر کیا گیا۔میڈیا کا یہ طبقہ ہمیشہ سے شور مچاتا رہا کہ دینی مدارس دہشت گردی کے اڈے ہیں، یہاں دہشت گردی کی تربیت دی جاتی ہے،ان مدارس میں بے انتہا اسلحہ ہے۔مگر حکومت وقت کی طرف سے اچانک اس جارحانہ اپریشن میں دینی مدارس کو کھنگال ڈالنے کے باوجود میڈیا کے دعوے کے مطابق کوئی ایسی چیز برآمد نہیں ہوسکی جس سے ان کے دعوے کی تصدیق ہو سکے، اور نہ ہی کہیں دہشت گردی کا کوئی کیمپ ملا، نہ ہی اسلحہ ملا۔اگر کچھ مل جاتا تو میڈیا والے دینی مدارس والوں کا جینا حرام کردیتے۔مگر کیا کیجئے کہ اس کے بعد سے میڈیا والوں کو سانپ سونگھ گیا ہے ۔اصولاً میڈیا والوں کو برملا اعتراف کرلینا چاہیے تھا کہ ہماری رپورٹیں غلط تھیں، دینی مدارس والے انتہائی پُرامن اور خیر خواہ لوگ ہیں۔

باقی رہی یہ بات کہ دینی مدارس والوں کو ہراساں کرنے کا یہ سلسلہ کب تک چلتا رہے گا؟ تو اس کے متعلق دینی مدارس کے ذمہ داروں سے یہ عرض کرونگا کہ یہ سلسلہ ازل سے ہے اور ابد تک رہے گا۔جب تک شیطان موجود ہے اس وقت تک اس قسم کی کارروائیاں دینی مدارس کے خلاف ہوتی رہیں گی۔اس پر صبر اور دعاء کے علاوہ کچھ نہیں کیا جاسکتا۔اللہ کے نبی ﷺ کا فرمان ہے کہ العلماء ورثة الانبیاء۔علماء انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں۔تو وراثت میں صرف علم ہی نہیں انبیاء السلام والی تکلیفیں بھی ہیں، گو ہم انبیاء علیہم السلام والی ان تکلیفوں کے متحمل نہیں ہوسکتے پھر بھی جو تکلیف آئے اس کو برداشت کرنے کی عادت ڈالیں۔سر جھکا کر علم دین کی خدمت میں مصروف رہیں، ایسا کوئی قدم نہ اُٹھایا جائے جس سے ملک وملت اور دین کا نقصان ہو۔

مجالس
سید الطائفہ قطب العالم قطب الاقطاب حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوری قدس سرہٗ

بروز بدھ تا بروز جمعہ ۲۳،۲۴،۲۵/رمضان المبارک بروز جمعہ ۲۱،۲۲،۲۳-۱۲۳ اگست ۴۶ء

ایک دن حضرت والاؒ نے فرمایا کہ عشق مجازی بھی بہر حال حقیقت کا کارساز بعض اوقات ہو بھی جاتا ہے بشرطیکہ وصال نہ ہو خواہ وہ عشق کسی عورت سے ہو مگر یہ کلیہ نہیں۔ چنانچہ ہمارے میاں صاحب یعنی عبدالرحمٰن تھانویؒ جو حضرت والاؒ کے پیر بھائی تھے ان کا قصہ سنایا کہ وہ بہت غصیارے تھے (ایک دفعہ پہلے بھی فرمایا) کہ ان سے خود سنا تھا کہ وہ کسی انگریز افسر کے نوکر تھے تو ایک اور شخص انگریز کی ملازمت میں نمازی آ گیا تو اس خیال سے کہ یہ نماز کیلئے کہا سنا کرے گا، ایک چینی کا برتن توڑ کر اس کے ذمہ لگا کر اس کو نکلوا دیا تھا، مگر اس ملازمت کے شاید بعد جیسا کہ آج فرمایا بیل گاڑی کرایہ پر چلا کر کسب معاش کرتے تھے۔ ایک دفعہ دریائے جمنا سے پار کے کسی گاؤں کیلئے ایک بنیا نے ان کی بہلی کرایہ پر لی اور راستہ میں ایک جگہ بہلی میں بنیا عورت نے اترتے وقت اپنے ساتھ والے بنیا سے کہا کہ میں تو کھانا نہائے بغیر نہیں کھاؤں گی میری اوڑھنی کا پلہ مسلے یعنی اس مسلمان بہلیوان سے چھو گیا ہے۔ خان صاحب نے بھی یہ سن لیا تو نہایت غصہ اور غیرت آئی۔ ہر چند بنیا ان کو بھی کھانا دینے کی کوشش کرتا رہا مگر انہوں نے بھوکا رہنا گوارہ کیا مگر خلافِ معمول کھانا نہیں لیا۔ ان کے طبعی میلان کا اثر بنیانی پر یہ ہوا کہ وہ کہنے لگی کہ میاں عبدالرحمٰن کے ساتھ مسلمان ہو کر چج کو جاؤں گی۔ جب اس قصہ نے طول کھینچا تو بنیوں نے اس عورت کا گلا کاٹ کر مار کر اسے دریائے جمنا میں بہا دیا۔ خان صاحب پر اس کے عشق کا یہ اثر ا ہوا کہ اس کے فراق میں تڑپنے لگے اور مدتوں یہی حالت رہی آخر ایک دن مسجد میں تھے اور تڑپ رہے تھے، بغیر بادل کے آسمان پر سے ایک بجلی سی کوندی اور آوازئی آئی کہ عبدالرحمٰن ادھر کیا دیکھتا ہے ادھر دیکھ چنانچہ جو عشق اس عورت کا تھا اب اس نئی چیز کی طرف منتقل ہو گیا۔ میاں صاحب نے ایک موقع پر اللہ میاں سے سوال کیا کہ باری تعالیٰ یہ کیسے طے فرمایا؟ فرمایا! کہ شیخ کے ذریعہ، اور شیخ کی پانچ علامتیں فرما دی گئیں کہ تمہارا شیخ جس کے ذریعہ تجھے یہ ملے ایسا ہوگا۔ چنانچہ کلکتہ سے پشاور تک

پے در پے بے گھر ہو کر گیارہ سال تک شیخ کی تلاش میں پھرتے رہے مگر کوئی ایسا شیخ نہ ملا جس میں بتلائے ہوئے تمام نشان پائے جاتے ہوں۔ یہاں تک کہ حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو وہ تمام نشان پائے اور یہیں بیعت ہو کر بڑے مرتبہ کو پہنچے۔

حضرت والاؒ نے فرمایا کہ اگر میاں صاحب کے حالات میں نہ سنتا تو حضرت پیران پیر قدس سرہ کی کتابوں میں بیان کیے گئے حالات کو یا تو مبالغہ یا کہانی سمجھتا، یا یہ کہ وہ اس زمانہ میں نہیں ہو سکتے مگر میں نے اور حضرت مولانا بہاولنگریؒ نے مدتوں اصرار کرنے کے بعد انہوں نے کچھ حالات بتائے تو معلوم ہوئے۔ مثلاً یہ کہ نفلوں میں کھڑے ہیں اور حضرت خان عبدالرحمٰن خانؒ تھانہ بھون ضلع مظفرنگر کے رہنے والے تھے۔ خاندانی طور پر پٹھان قوم سے تھے۔ گیارہ سال کے بعد گھر سے اس ارادہ سے نکلے کہ اگر آپ کے پیر و مرشد نہ ملے تو گھر واپس نہیں آؤں گا اور اس ارادہ سے گھر والوں کو آگاہ فرما دیا۔ گھر سے سہارنپور حضرت مولانا ابوالحسن علی قدس سرہ خطیب جامع مسجد سہارنپور خلیفہ حضرت شیخ حاجی شاہ عبدالرحیم سہارنپوری قدس سرہ کی بروز شنبہ وقت شب ۲۱ ربیع الاول ۱۳۰۳ھ ۱۸۸۶ء کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے آپ کے چہرہ سے آثار پریشانی دیکھ کر فرمایا بھائی! کیا بات ہے اتنے کیوں پریشان ہو بہت پریشان نظر آرہے ہو؟ آپ نے سب حالات عرض کر دیئے۔ انہوں نے فرمایا آپ پریشان نہ ہوں میں انہی کی خدمت میں سے آرہا ہوں اور رائے پور کا مکمل پتہ ارشاد فرمایا۔ آپ اسی وقت روانہ ہوئے۔ نہر جمن شرقی کے گنڈیور کے پل سے آگے نکلے تو وہاں سے دو راستے علیحدہ علیحدہ نکلتے تھے اور جنگل تھا سخت پریشان ہوئے کہ کون سا راستہ رائے پور کا ہے۔ اتنے میں کیا دیکھتا ہے کہ ایک کالے رنگ کا کتا ہے جو آپ کی طرف آکر دم ہلاتا ہے اور ایک راستہ پر دوڑتا ہے اسی طرح کتے نے کئی بار کیا آپ اس سے اور متعجب ہوئے۔ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہوئے کتے کے پیچھے چلنے لگے۔ کتا آگے آگے چلنے لگا۔ آگے راستہ میں ایک شیشم کا بڑا درخت تھا۔ نظر اٹھا کر اس کو دیکھنے لگے نیچے دیکھا تو کتا غائب تھا۔ اس سے سخت پریشان ہوئے۔ لیکن جونہی درخت کے نیچے سے آگے نکلے تو سامنے رائے پور نظر آیا وہاں باغ میں حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور زیارت کرتے ہی غش کھا کر گر گئے۔ کچھ دیر کے بعد ہوش آتے ہی بیعت کیلئے عرض کیا۔ حضرتؒ نے انکار فرماتے ہوئے فرمایا کہ سہارنپور انہی مولوی صاحب سے بیعت ہو جاتے۔ فرمایا جاؤ سہارنپور انہی

مولوی صاحب کے پاس ہم بھی وہیں آ رہے ہیں۔ اسی وقت سہارنپور روانہ ہو کر سہارنپور جامع مسجد میں حاضر ہوئے۔ حضرتؒ بھی تانگہ پر تشریف لائے۔ حضرت مولانا ابوالحسن علیؒ کے بنگلہ میں قیام فرمایا۔ آپ نے حاضر ہو کر بیعت کیلئے عرض کیا حضرت! فرمایا انہی مولوی صاحب سے بیعت ہو جاؤ۔ آپ بنگلہ سے نیچے اتر آئے اور حضرت مولانا سے عرض کیا کہ حضرت اقدس تو بیعت فرماتے نہیں پھر ہم نے جی کر کیا کرنا ہے اور یہ کنواں پاک کر لینا اور گردن پر چاقو دے مارا۔ حضرت مولانا نے جلدی سے چاقو پکڑ لیا اور خون آلود چاقو حضرتؒ کی خدمت میں حاضر کیا اور عرض کیا کہ حضرت اس کو بیعت فرماؤ ورنہ یہ تو ہمارے سر چڑھے۔ تب حضرتؒ نے فرمایا اتنی جلدی نہیں کرنی چاہیے اور ایک وظیفہ فرمایا کہ اکتالیس روز پڑھو پھر آنا۔ فرماتے تھے پہلے روز ہی وظیفہ پڑھنے سے دنیا و مافیہا کی محبت دل سے نکل گئی اور یہ تمام واقعات پیش آئے۔ (از ارشادات حضرت اقدس رائے پوری قدس سرہ بحوالہ العارفین ص ۱۷۴/۱۷۳) غربت کی وجہ سے کئی دن فاقہ ہے مگر رات کو مسجد کی محراب سے ایک طشت گرم گرم پلاؤ کا میاں صاحب کی طرف بڑھتا آ رہا ہے۔ یہاں تک کہ منہ تک آ لگا اور ناک جلنے لگی۔ مگر پھر غائب ہو گیا اور یہ اپنے نفلوں میں سے نہیں ہٹے۔ کبھی نہایت بڑا سانپ یعنی اژدھا نفلوں میں آس پاس پھر رہا ہے کبھی گھڑا ابھر کر لاتے میں پینے کو مگر اس میں گوبر گوبر ہو گیا پھر اسے دھو کر پاک کر کے بھر کر لاتے پھر ایسا ہی کچھ ہو جاتا وغیرہ وغیرہ۔ یہاں ایک حجرہ میں ہوتے ایک دفعہ کسی نے اچانک حجرہ میں جانے کی جرأت کی تو سانپ کو دیکھ کر بھاگا تو میاں صاحب نے فرمایا کہ اچانک اس طرح نہیں آنا چاہیے اور ایسے ہی بہت سے حالات تھے۔

تبلیغ بھی میاں صاحب جیسے لوگوں کی تھی بعض بعض آدمی کو نیکی کی طرف لانے کی کوشش کئی کئی سال خرچ کر ڈالتے اس سے اللہ واسطے کی دوستی لگا کر مانوس کرتے۔ ایک دفعہ حضرتؒ سے کوئی بات آئی ہو گی تو حضرتؒ نے فرما دیا کہ مٹی کے برتنوں کی دکان کر لو۔ اب تھانہ بھون میں مٹی کے برتنوں کی دکان کر لی۔ دوکان کے سامنے ایک رنڈی چوبارہ میں رہتی تھی اس کا کام تھا چوبارہ سے اتر کر میاں صاحب کی دکان پر آ بیٹھتی۔ لوگ کہتے واہ میاں صاحب خوب کام بنا ہے مگر تھوڑے عرصہ میں رنڈی تائب ہوئی اور کسی سے نکاح کر لیا چنانچہ میں نے دریافت کیا کہ میاں صاحب دکان پھر کیا ہوئی تو فرمایا کہ معلوم نہیں کیا ہوئی تبلیغ ان کی تبلیغ تھی اور بھی ایسے بہت قصے ہیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے ارتداد پر سب سے پہلا فتوائے تکفیر

تحریک ختم نبوت تاریخ کے آئینے میں

ابن انیس حبیب الرحمٰن لدھیانوی قسط 58

رئیس الاحرارؒ، علامہ اقبال اور ردِّ قادیانیت

بانیٔ احرار، رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ ایک طویل عرصہ تک ہندوستان کے مذہبی اور سیاسی اُفق پر ایک قائد کی حیثیت سے چھائے رہے۔ ان کے ہم عصروں نے ان کی قائدانہ صلاحیتوں کے لوہے کو مانا۔ ہندوستان میں مجلس احرار اسلام مسلمانوں کی ایک صحیح سیاسی جماعت بن کر اُبھری تھی۔ رئیس الاحرارؒ اور ان کے ساتھیوں نے مجلس احرار کو مسلمانوں کی سیاسی جماعت ہونے کے باوجود اس کے مذہبی رنگ کو کبھی پھیکا پڑنے نہیں دیا۔ اگر چہ وہ ہندوستان میں تمام مسلمان اور غیر مسلم سیاسی جماعتوں کے ساتھ مل کر آزادی کے لیے جدو جہد کرنے کے پُر زور حامی تھے، مگر دینی معاملات میں کبھی بھی انہوں نے اپنی جماعت احرار کی طرف سے مصلحت کوشی نہیں دکھائی۔

علامہ اقبال مرحوم کو انہوں نے قادیانیت کے فریب سے نہ صرف بچایا بلکہ اقبال مرحوم کو قادیانیت کے خلاف سینہ سپر بھی کر دیا۔ اقبالؒ سے قادیانیت کے خلاف بیان دلوا کر اُن لوگوں کے منہ بند کر دیئے جو کہ قادیانیت کو صرف مولویوں کا فرقہ وارانہ مسئلہ قرار دیتے تھے۔ جواہر لال نہروں نے جب قادیانیت کی حمایت میں بیانات دینے شروع کیے تو رئیس الاحرارؒ ہی تھے جنہوں نے اقبالؒ کو جا کر جھنجوڑا، اور پھر اقبالؒ کو اس بات پر قائل کیا کہ وہ خود میدان میں آئیں، چنانچہ اقبال مرحوم با قاعدہ میدان میں اُترے۔ اس کی تفصیل ہم گذشتہ شمارے میں بیان کر چکے ہیں۔

علامہ اقبال نے رئیس الاحرارؒ کے کہنے پر اخبار میں قادیانیت کے خلاف جو مضمون لکھا تھا، وہ اخبارات میں شائع ہوا تھا۔ اور پھر بعد میں وہ کئی کتابوں اور پمفلٹوں میں بھی شائع ہوا۔ ہم وہ یہاں پر نقل کرتے ہیں:

قادیانی اور جمہور مسلمان

ہندوستان کی سرزمین پر بے شمار مذاہب بستے ہیں۔اسلام دینی حیثیت سے ان تمام مذاہب کی نسبت گہرا ہے، کیونکہ ان مذاہب کی بنا کچھ حد تک مذہبی ہے اور ایک حد تک نسلی، اسلام نسلی تخیل کی سراسر نفی کرتا ہے اور اپنی بنیاد محض مذہبی تخیل پر رکھتا ہے، اور چونکہ اس کی بنیاد صرف دینی ہے اس لئے وہ سراپا روحانیت ہے اور خونی رشتوں سے کہیں زیادہ لطیف بھی ہے اسی لئے مسلمان ان تحریکوں کے معاملہ میں زیادہ حساس ہے جو اس کی وحدت کے لئے خطرناک ہیں۔ چنانچہ ہر ایسی جماعت جو تاریخی طور پر اسلام سے وابستہ ہو لیکن اپنی بناء نئی نبوت پر رکھے اور بزعمِ خود اپنے الہامات پر اعتقاد نہ رکھنے والے تمام مسلمانوں کو کافر سمجھے ,مسلمان اسے اسلام کی وحدت کے لئے ایک خطرہ سمجھے گا اور یہ اس لئے کہ اسلامی وحدت ختم نبوۃ سے ہی استوار ہوتی ہے۔

انسان کی تمدنی تاریخ میں غالباً ختم نبوۃ کا تخیل سب سے انوکھا ہے، اس کا صحیح اندازہ مغربی اور وسط ایشیا کے موبدانہ تمدن کی تاریخ کے مطالعہ سے ہوسکتا ہے۔ موبدانہ تمدن میں زرتشتی, یہودی نصرانی اور صابی تمام مذاہب شامل ہیں۔ ان تمام مذاہب میں نبوۃ کے اجراء کا تخیل نہایت لازم تھا۔ چنانچہ ان پر مستقل انتظار کی کیفیت رہتی تھی, غالباً یہ انتظار نفسیاتی حظ کا باعث تھی۔ عہد جدید کا انسان روحانی طور پر موبد سے بہت زیادہ آزاد منش ہے۔ موبدانہ رویہ کا نتیجہ یہ تھا کہ پرانی جماعتیں ختم ہوتی اور ان کی جگہ مذہبی عیار نئی جماعتیں لا کھڑی کرتے۔ اسلام کی جدید دنیا میں جاہل اور جوشیلے ملّا نے پریس کا فائدہ اٹھاتے ہوئے قبل اسلامی نظریات کو بیسویں صدی میں رائج کرنا چاہا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ اسلام جو تمام جماعتوں کو ایک رسی میں پرونے کا دعویٰ رکھتا ہے۔ ایسی تحریک کے ساتھ ہمدردی نہیں رکھ سکتا۔ جو اس کی موجودہ وحدت کے لئے خطرہ ہو اور مستقبل میں انسانی سوسائٹی کے لئے مزید افتراق کا باعث بنے۔ اس سے قبل اسلامی موبدیت نے حال ہی میں جن دو صورتوں میں جنم لیا ہے میرے نزدیک ان میں بہائیت ,قادیانیت سے کہیں زیادہ مخلص ہے کیونکہ وہ کھلے طور پر اسلام سے باغی ہے، لیکن موخر الذکر اسلام کی چند نہایت اہم صورتوں کو ظاہری طور پر قائم رکھتی ہے لیکن باطنی طور پر اسلام کی روح اور مقاصد کے لیے مہلک ہے اس کا خاصہ خدا کا تصور کہ جس کے پاس دشمنوں کے لئے لا تعداد زلزلے اور بیماریاں ہوں, اس کا نبی کے متعلق نجومی کا تخیل اور اس کا روح مسیح کے تسلسل وغیرہ کا

عقیدہ، یہ تمام چیزیں اپنے اندر یہودیت کے اتنے عناصر رکھتی ہے گویا یہ تحریک ہی یہودیت کی طرف رجوع ہے۔روح مسیح کا تسلسل یہودی باطنیت کا جز ہے۔

پولی مسیح بال شیم BAL SHEM کا ذکر کرتے ہوئے پروفیسر بوبر کہتا ہے۔

''مسیح کی روح پیغمبروں اور صالح آدمیوں کے واسطے زمین پر اتری''

اسلامی ایران میں موبدانہ اثر کے ماتحت ملحدانہ تحریکیں اٹھیں۔اور انہوں نے بروز، حلول، ظل وغیرہ اصطلاحات وضع کیں۔تاکہ تناسخ کے اس تصور کو چھپا سکیں۔ان اصطلاحات کا وضع کرنا اس لئے ضروری تھا کہ وہ مسلم کے قلوب کو ناگوار نہ گزریں حتیٰ کہ مسیح موعود کی اصطلاح بھی اسلامی نہیں۔بلکہ اجنبی ہے، اور اس کا آغاز بھی اسی موبدانہ تصور میں ملتا ہے۔یہ اصطلاح ہمیں اسلام کے دور اول کی تاریخی اور مذہبی ادب میں نہیں ملتی۔اس حیرت انگیز واقعہ کو پروفیسر ونسنک نے اپنی کتاب موسومہ ''احادیث میں ربط'' میں نمایاں کیا ہے۔یہ کتاب احادیث کے گیارہ مجموعوں اور اسلام کے تین اولین تاریخی شواہد پر حاوی ہے، اور یہ سمجھنا کچھ مشکل نہیں کہ اسلام نے اس اصطلاح کو کیوں استعمال نہ کیا؟ یہ اصطلاح انہیں غالباً اس لئے ناگوار تھی کہ اس سے تاریخی عمل کا غلط نظریہ قائم ہوتا تھا۔خاکی ذہن وقت مدور حرکت تصور کرتا تھا۔صحیح تاریخی عمل کو بحیثیت ایک تخلیقی حرکت کے ظاہر کرنے کی سعادتِ عظیم مسلمان مفکر اور مؤرخ یعنی ابن خلدون کے حصہ میں تھی۔ ہندی مسلمانوں نے قادیانی تحریک کے خلاف جس شدتِ احساس کا ثبوت دیا ہے۔وہ جدید اجتماعیات کے طالب علم کے لئے بالکل واضح ہے عام مسلمان جسے پچھلے دن سول اینڈ ملٹری گزٹ میں ایک صاحب نے ملاّ زدہ کا خطاب دیا تھا۔اس تحریک کے مقابلہ میں حفظِ نفس کا ثبوت دے رہا ہے۔اگرچہ اسے ختم نبوت کے عقیدہ کی پوری سمجھ نہیں، نام نہاد تعلیم یافتہ مسلمانوں نے ختم نبوت کے تمدنی پہلو پر کبھی غور نہیں کیا، اور مغربیت کی ہوا نے اسے حفظِ نفس کے جذبہ سے بھی عاری کر دیا ہے۔بعض ایسے ہی نام نہاد تعلیم یافتہ مسلمانوں نے اپنے مسلمان بھائیوں کو رواداری کا مشورہ دیا ہے۔اگر سر ہربرٹ ایمرسن مسلمانوں کو رواداری کا مشورہ دیں تو میں انہیں معذور سمجھتا ہوں کیونکہ موجودہ زمانے کے ایک فرنگی کے لئے جس نے بالکل مختلف تمدن میں پرورش پائی ہو اس کے لئے اتنی گہری نظر پیدا کرنی دشوار ہے، کہ وہ ایک مختلف تمدن رکھنے والی جماعت کے اہم مسائل کو سمجھ سکے۔

ہندوستان میں حالات بہت غیر معمولی ہیں۔اس ملک کی بیشمار مذہبی جماعتوں کی بقاء اپنے استحکام کے ساتھ وابستہ ہے کیونکہ جو مغربی قوم یہاں حکمراں ہے۔اس کے لئے اس کے سوا چارہ نہیں، کہ مذہب کے معاملہ میں عدمِ مداخلت سے کام لے۔اس پالیسی نے ہندوستان ایسے ملک پر بدقسمتی سے بہت بُرا اثر ڈالا ہے۔جہاں تک اسلام کا تعلق ہے یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ مسلم جماعت کا استحکام اس سے کہیں کم ہے، جتنا حضرت مسیح کے زمانہ میں یہودی جماعت کا رومن کے ماتحت تھا۔ہندوستان میں کوئی مذہبی سٹے باز اپنی اغراض کے ماتحت ایک نئی جماعت کھڑی کرسکتا ہے اور یہ لبرل حکومت اصل جماعت کی وحدت کی ذرہ بھر پرواہ نہیں کرتی۔بشرطیکہ یہ مدعی اسے اپنے اطاعت اور وفاداری کا یقین دلا دے۔اور اس کے پیرو حکومت کے محصول ادا کرتے رہیں۔اسلام کے حق میں اس پالیسی کا مطلب ہمارے شاعرِ عظیم اکبر نے اچھی طرح بھانپ لیا تھا۔جب اس نے اپنے مزاحیہ انداز میں کہا ہے۔

گورنمنٹ کی خیر یارو مناؤ
انالحق کہو اور پھانسی نہ پاؤ

میں قدامت پسند ہندوؤں کے اس مطالبہ کے لئے پوری ہمدردی رکھتا ہوں، جو انہوں نے نئے دستور میں مذہبی مصلحین کے خلاف پیش کی ہے یقیناً یہ مطالبہ مسلمانوں کی طرف سے پہلے ہونا چاہیے تھا۔جو ہندوؤں کے برعکس اپنے اجتماعی نظام میں نسلی تخیل کو دخل نہیں دیتے۔

حکومت کو موجودہ صورتِ حالات پر غور کرنا چاہیے اور اس اہم معاملہ میں جو قومی وحدت کے لئے اشد اہم ہے۔عام مسلمان کی ذہنیت کا اندازا لگانا چاہیے۔اگر کسی قوم کی وحدت خطرے میں ہو، تو اس کے سوا چارۂ کار نہیں رہتا کہ وہ معاندانہ قوتوں کے خلاف اپنی مدافعت کرے۔سوال پیدا ہوتا ہے کہ مدافعت کا کیا طریقہ ہے؟ اور وہ طریقہ یہی ہے کہ اصل جماعت جس شخص کو تلعب بالدّین کرتے پائے، اس کے دعاوی کو تحریر و تقریر کے ذریعہ سے جھٹلایا جائے۔پھر کیا یہ مناسب ہے کہ اصل جماعت کو رواداری کی تلقین کی جائے۔حالانکہ اس کی وحدت خطرہ میں ہو اور باغی گروہ کو تبلیغ کی پوری اجازت ہو، اگر چہ وہ تبلیغ جھوٹ اور دشنام سے لبریز ہو۔اگر کوئی گروہ جو اصل جماعت کے نقطۂ نظر سے باغی ہے، حکومت کے لئے مفید ہے تو حکومت اس کی خدمات کی صلہ دینے کی پوری طرح مجاز ہے۔دوسری جماعتوں کو اس سے کوئی شکایت پیدا نہیں ہوسکتی۔لیکن یہ توقع رکھنی بیکار ہے کہ خود جماعت ایسی قوتوں

کو نظر انداز کر دے، جو اس کے اجتماعی وجود کے لئے خطرہ ہیں، اس مقام پر یہ دہرانے کی غالباً ضرورت نہیں کہ مسلمانوں کے بے شمار مذہبی فرقوں کے مذہبی تنازعوں کا ان بنیادی مسائل پر کچھ اثر نہیں پڑتا۔ جن مسائل پر سب فرقے متفق ہیں۔ اگر چہ وہ ایک دوسرے پر الحاد کا فتویٰ ہی دیتے ہیں۔ ایک اور چیز بھی حکومت کی خاص توجہ کی محتاج ہے ہندوستان میں مذہبی مدعیوں کی حوصلہ افزائی کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ لوگ مذہب سے عموماً بیزار ہونے لگتے ہیں اور بالآخر مذہب کے اہم عنصر کو ہی اپنی زندگی سے علیحدہ کر دیتے ہیں۔ ہندوستانی دماغ ایسی صورت میں مذہب کی جگہ کوئی اور بدل پیدا کرے گا جس کی شکل روس کی دہری مادیت سے ملتی جلتی ہوگی۔ (حرف اقبالؒ ۱۲۱ تا ۱۲۷)

حکومت قادیانیوں کو ایک الگ جماعت تسلیم کرے!

علامہ اقبالؒ کے اس مضمون پر اخبار سٹیٹس مین نے ایک تنقیدی اداریہ لکھا تھا اس کے جواب میں اقبالؒ نے یہ مضمون لکھا۔

میرے بیان مطبوعہ ۱۴ مئی پر آپ نے تنقیدی اداریہ لکھا۔ اس کے لئے میں آپ کا ممنون ہوں جو سوال آپ نے اپنے مضمون میں اٹھایا ہے۔ وہ فی الواقعہ بہت اہم ہے۔ اور مجھے مسرت ہے۔ کہ آپ نے اس سوال کی اہمیت کو محسوس کیا۔ میں نے اپنے بیان میں اسے نظر انداز کر دیا تھا۔ کیونکہ میں سمجھتا تھا کہ قادیانیوں کی تفریق کی پالیسی کے پیش نظر جو انہوں نے مذہبی اور معاشرتی معاملات میں ایک نئی نبوت کا اعلان کر کے اختیار کی ہے۔ خود حکومت کا فرض ہے کہ وہ قادیانیوں اور مسلمانوں کے بنیادی اختلافات کا لحاظ رکھتے ہوئے آئینی قدم اٹھائے۔ اور اس کا انتظار نہ کرے کہ مسلمان کب مطالبہ کرتے ہیں۔ اور مجھے اس احساس میں حکومت کے سکھوں کے متعلق رویہ سے بھی تقویت ملی۔ سکھ ۱۹۱۹ء تک آئینی طور پر علیحدہ سیاسی جماعت تصور نہیں کئے جاتے تھے۔ لیکن اس کے بعد ایک علیحدہ جماعت تسلیم کر لئے گئے حالانکہ انہوں نے کوئی مطالبہ نہیں کیا تھا۔ بلکہ لاہور ہائیکورٹ نے فیصلہ کیا تھا۔ کہ سکھ ہندو ہیں۔

اب چونکہ آپ نے یہ سوال پیدا کیا ہے۔ میں چاہتا ہوں۔ اس مسئلہ کے متعلق جو برطانوی

اور مسلم دونوں کے زاویۂ نگاہ سے نہایت اہم ہے۔ چند معروضات پیش کروں۔ آپ چاہتے ہیں۔ کہ میں واضح کروں۔ کہ حکومت جب کسی جماعت کے مذہبی اختلافات کو تسلیم کرتی ہے۔ تو میں اسے کس حد تک گوارا کرسکتا ہوں۔ سو عرض ہے۔ کہ:

اولاً:۔ اسلام لازماً ایک دینی جماعت ہے جس کے حدود مقرر ہیں۔ یعنی وحدت الوہیت پر ایمان۔ انبیاء پر ایمان، اور رسول کریم ﷺ کی ختم رسالت پر ایمان، دراصل یہ آخری یقین ہی وہ حقیقت ہے جو مسلم اور غیر مسلم کے درمیان جبراً امتیاز ہے۔ اور اس امر کے لئے فیصلہ کن ہے کہ کوئی فرد یا گروہ ملتِ اسلامیہ میں شامل ہے، یا نہیں۔ مثلاً برہمو خدا پر یقین رکھتے ہیں۔ اور رسول کریم ﷺ کو خدا کا پیغمبر مانتے ہیں۔ لیکن انہیں ملتِ اسلامیہ میں شمار نہیں کیا جاتا، کیونکہ قادیانیوں کی طرح وہ انبیاء کے ذریعہ وحی کے تسلسل پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور رسول کریم ﷺ کی ختم نبوت کو نہیں مانتے۔ یہاں تک مجھے معلوم ہے۔ کوئی اسلامی فرقہ اس حد فاصل کو عبور کرنے کی جسارت نہیں کرسکا۔ ایران میں ''بہائیوں'' نے ختم نبوت کے اصول کو صریحاً جھٹلایا۔ لیکن ساتھ ہی انہوں نے یہ بھی تسلیم کیا کہ وہ الگ جماعت ہیں۔ اور مسلمانوں میں شامل نہیں ہیں۔ ہمارا ایمان ہے، کہ اسلام بحیثیت دین کے خدا کی طرف سے ظاہر ہوا۔ لیکن اسلام بحیثیت سوسائٹی یا ملت کے رسول کریم ﷺ کی شخصیت کا مرہونِ منت ہے۔ میری رائے میں قادیانیوں کے سامنے صرف دو راہیں ہیں۔ یا وہ بہائیوں کی تقلید کریں۔ یا پھر ختم نبوت کی تاویلوں کو چھوڑ کر اس اصول کو اس کے پورے مفہوم کے ساتھ قبول کرلیں۔ ان کی جدید تأویلیں محض اس غرض سے ہیں۔ کہ ان کا شمار حلقہ اسلام میں ہو۔ تا کہ انہیں سیاسی فوائد پہنچ جائیں۔

ثانیاً:۔ ہمیں قادیانیوں کی حکمت عملی اور دنیائے اسلام سے متعلق ان کے رویہ کو فراموش نہیں کرنا چاہئے۔ بانی تحریک نے ملتِ اسلامیہ کو سڑے ہوئے دودھ سے

تشبیہ دی تھی۔ اور اپنی جماعت کو تازہ دودھ سے۔ اور اپنے مقلدین کو ملتِ اسلامیہ سے میل جول رکھنے سے اجتناب کا حکم دیا تھا۔ علاوہ بریں ان کا دین کے بنیادی اصولوں سے انکار اپنی جماعت کا نیا نام (احمدی) مسلمانوں کی قیام نماز سے قطع تعلق، نکاح وغیرہ کے معاملات میں مسلمانوں سے بائیکاٹ، اور ان سب سے بڑھ کر یہ اعلان کہ تمام دنیائے اسلام کافر ہے۔ یہ تمام امور قادیانیوں کی علیحدگی پر دال ہیں۔ جیسے سکھ ہندوؤں سے، کیونکہ سکھ ہندو مندروں میں پوجا نہیں کرتے۔

ثالثاً:۔ اس امر کو سمجھنے کے لئے کسی خاص ذہانت یا غور وفکر کی ضرورت نہیں ہے۔ کہ جب قادیانی مذہبی اور معاشرتی معاملات میں علیحدگی کی پالیسی اختیار کرتے ہیں۔ پھر وہ سیاسی طور پر مسلمانوں میں شامل رہنے کے لئے کیوں مضطرب ہیں۔

علاوہ سرکاری ملازمتوں کے فوائد کے ان کی موجودہ آبادی جو ۵۶۰۰۰ (چھپن ہزار) ہے۔ انہیں کسی اسمبلی میں ایک نشست بھی نہیں مل سکتی۔ یہ واقعہ اس امر کا ثبوت ہے، کہ قادیانیوں نے اپنی جداگانہ سیاسی حیثیت کا مطالبہ نہیں کیا۔

کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ مجالس قانون ساز میں ان کی نمائندگی نہیں ہوسکتی۔ نئے دستور میں ایسی اقلیتوں کے تحفظ کا علیحدہ لحاظ رکھا گیا ہے۔ لیکن میرے خیال میں قادیانی حکومت سے کبھی علیحدگی کا مطالبہ کرنے میں پہل نہیں کریں گے۔

ملتِ اسلامیہ کو اس مطالبہ کا پورا حق ہے۔ کہ قادیانیوں کو علیحدہ کر دیا جائے اگر حکومت نے یہ مطالبہ تسلیم نہ کیا، تو مسلمانوں کو شک گزرے گا۔ کہ حکومت اس نئے مذہب کی علیحدگی میں دیر کر رہی ہے۔

کیونکہ وہ ابھی اس قابل نہیں، کہ چوتھی جماعت کی حیثیت سے مسلمانوں کی برائے نام اکثریت کو ضرب پہنچا سکے۔ حکومت نے ۱۹۱۹ء میں سکھوں کی طرف سے علیحدگی کے مطالبہ کا انتظار نہ کیا۔ اب وہ قادیانیوں سے ایسے مطالبے کے لئے کیوں

انتظار کر رہی ہے؟

(حرفِ اقبالؒ ص ۱۳۰ تا ص ۱۳۸، بحوالہ اخبار سٹیٹمین)

مجلس اتحاد ملت کا قیام و کردار

جیسا کہ ہم نے گذشتہ شماروں میں لکھا تھا کہ مجلس اتحاد ملت، مجلس احرار اسلام کے مقابلے میں بنائی گئی تھی۔ مولانا ظفر علی خان اس کے بانی مبانی تھی۔ مولانا ظفر علی خان پہلے مجلس احرار اسلام کے روحِ رواں تھے۔ اس کے پروگراموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ خصوصاً قادیانیت کے مسئلہ میں مجلس احرار اسلام کی شانہ بشانہ تھے۔ مگر ان میں ایک کمزوری تھی، وہ یہ کہ وہ عہدے حاصل کرنے کے بڑے شوقین تھے۔ ان کی کوشش تھی کہ کسی نہ کسی طرح سے مجلس احرار اسلام کی قیادت ان کے ہاتھ میں آجائے۔ ان کے مزاج میں قرار نام کی کوئی چیز نہ تھی۔ چونکہ ان کے مزاج میں تلوّن تھا اس لیے مجلس احرار کے زعماء ان کو کوئی ایسا منصب نہیں دینا چاہتے تھے جس کی وجہ سے مجلس احرار کو کسی شرمندگی کا سامنا کرنا پڑے۔ مفکر احرار چوہدری افضل حق مرحوم نے اپنی کتاب ''تاریخ احرار'' میں ایک جگہ لکھا ہے کہ ''مولانا ظفر علی خان کو مونڈھے مار کر آگے نکلنے کی عادت تھی''۔ مولانا ظفر علی خان مجلس احرار سے اس وقت دور ہونا شروع ہوئے جب ۱۹۳۴ء میں قادیان کانفرنس میں رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ نے ان کو کانفرنس کی صدارت کرنے سے حکماً روک دیا۔ اس کے متعلق مرزا غلام نبی جانباز نے یوں تحریر کیا ہے

> خلافت تحریک کے دنوں میں امیر شریعت صرف ''زمیندار'' اخبار ہی پڑھا کرتے تھے اور اسی سے متاثر ہو کر وہ سیاسی میدان میں آئے۔ اس تعلق سے امیر شریعت کے دل میں مولانا ظفر علی خاں کے لئے بے پناہ احترام تھا، پھر دونوں ایک ہی ڈگر پر چلنے لگے۔ جیل خانوں کی اکثر راتیں مشترک گزریں۔ اسی محبت اور تعلق کی بناء پر ۱۹۳۴ء کو جب قادیان میں احرار کانفرنس منعقد کرنے کا فیصلہ ہوا، تو امیر شریعت نے اس کی صدارت کے لئے مولانا ظفر علی خاں کا نام پیش کیا۔ لیکن مولانا حبیب الرحمٰن کی رائے تھی کہ اس کی صدارت امیر شریعت کریں، اس پر خاصی تکرار رہی۔ آخر مولانا حبیب الرحمٰن نے لدھیانہ سے امیر شریعت کے نام پیغام بھیجا کہ:

''میرا حکم ہے کہ قادیاں کانفرنس کی صدارت آپ کریں، بس!''

اس حکم پر سر تسلیم خم کر دیا گیا۔ تاریخ کا یہی وہ موڑ ہے، جہاں مولانا ظفر علی خان مجلس احرار سے علیحدہ ہو گئے۔ (حیات امیر شریعت صفحہ ۴۱۸، ۴۱۹، مؤلف جانباز مرزا)

مولانا ظفر علی خان اس کے بعد مجلس احرار اسلام کی تخریب میں لگ گئے۔ مجلس احرار اسلام کے مقابلہ میں مجلس اتحاد ملت بنائی، امیر شریعت کے مقابلہ میں امیر ملت بنایا۔ پھر سر فضل حسین کے ساتھ مل کر مسجد شہید گنج کا ملبہ مجلس احرار اسلام پر گرایا۔ جس میں قادیانیوں کا خلیفہ بشیر الدین بھی شامل تھا۔ اس کے بعد سر فضل حسین سے مل کر مجلس احرار کی حیثیت ختم کرنے کے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا۔

مولانا ظفر علی خان اگرچہ قادیانیوں کو دائرۂ اسلام سے خارج سمجھتے تھے اس معاملے انہوں نے کبھی لچک نہیں دکھائی مگر ان کے نزدیک سیاست، جنگ اور محبت میں سب کچھ جائز تھا۔ یہی وجہ تھی کہ ۱۹۳۶ء میں جب مجلس احرار، مسلم لیگ اور مجلس اتحاد ملت کا مشترکہ اتحاد ''مسلم پارلیمنٹری بورڈ'' کے نام سے وجود میں آیا تو مولانا ظفر علی خان مجلس احرار کا پلّہ بھاری ہوتا دیکھ کر اس پارلیمنٹری بورڈ سے علیحدہ ہو کر یونینسٹ پارٹی کے ساتھ مل گئے، جس میں قادیانی گروہ بھی شامل تھا۔

انہی ایاّم میں جیسا کہ جناب عاشق حسین بٹالوی صاحب نے اپنی کتاب ''اقبال کے آخری دو سال'' میں تحریر کیا ہے کہ سر میاں فضل حسین بحالیٔ صحت کے لئے ڈلہوزی تشریف لے گئے تھے اور یہاں سب سے زیادہ دلچسپ بات یہ ہے کہ مولانا ظفر علی خان مرحوم انہی دنوں سر فضل حسین مرحوم کے بلاوے پر ڈلہوزی گئے تھے جس سے مسلم لیگی حلقوں کو حیرت بھی ہوئی اور افسوس بھی۔ چنانچہ علامہ اقبال نے ''ایکس شاعر'' کے قلمی نام سے روزنامہ ''احسان'' لاہور کی ۲۲ مئی ۱۹۳۶ء کی اشاعت میں لکھا۔

''کم ٹومی''

مولوی گیا اُڑ کہسار سوئے
ٹو می کم کہا جب نے بولی بڑے
پوچھتا سے شہر مفتیٔ کوئی

یہ کفر خفی ہے کہ شرک جلی
مراد را اسعد کبیر یا دغتی
کہ ملکش قدیم ست و ز آتش غنی
مگر سادگی سے سمجھا یہ ظفر
کہ نوشیدنی ہے بٹالے کی ٹی

اور جیسا کہ ''الجمعیتہ'' دہلی کے سیاسی مبصر نے ۱۳ مئی ۱۹۳۶ء کو لکھا تھا کہ ''اگرچہ سر فضل حسین نے مسٹر جناح کو صاف جواب دے دیا ہے لیکن انہوں نے مرزا بشیر محمود کو اپنی امداد کے لئے بلایا ہے چنانچہ قادیانی جماعت نے مسلمانوں کی تنظیم جدید کے خلاف پروپیگنڈا شروع کر دیا ہے اور مسٹر جناح پر لفظی حملے کئے جا رہے ہیں''۔

جماعت احمدیہ اور سر فضل حسین مرحوم کے مابین اس گٹھ جوڑ کی وجہ محض یہ تھی کہ سر فضل حسین نے قادیان کو اپنی مجوزہ حلقہ انتخاب میں شامل کر لیا تھا جس پر علامہ اقبال نے پھر ''ایکس شاعر'' کے نام سے لکھا۔

سامنے دونوں کے ہے دین و سیاست کی بساط
لائے ہیں دونوں کھلاڑی اپنی اپنی کعبتین
نقطۂ فائے فرنگی سے ہے دونوں کی کشور
یہی وہ نقطہ ہے جس سے عین ہو جاتا ہے غین
انتشارِ ملتِ بیضا ہے دونوں کی غرض
متحد کیوں نہ ہوں محمود اور فضلِ حسین
لذتِ حرکت سے گو محروم ہیں دونوں مگر
نحوِ انگلش میں روا ہے التقائے سوکنین
یہ ہوائے قادیان تھی یا ہوائے کوہسار
بُجھ گئی افسوس بیچارے ظفر کی لالٹین
اب حریمِ قادیان میں ہے بٹالہ بھی شریک

لازم آیا مولوی پر سجدہ سوئے بتلتین

پنجاب کی مسلم سیاسیات کا یہ وہ مختصر دور تھا جب مرزا بشیر الدین محمود، سر فضل حسین اور مولانا ظفر علی خان اکٹھے تھے اور اس اتحادِ ''ثلاثہ'' پر علامہ اقبال نے پھر ''ایکس شاعر'' کے نام سے لکھا۔ یہ نظم روزنامہ ''احسان'' ۲۹ جون ۱۹۳۶ء میں ''لاالہ الافرنگی'' کے نام سے شائع ہوئی تھی۔

ہو گئی ہے مادیانِ قادیاں اس پر سوار
اب کہاں ہے وہ سوارِ مادیانِ قادیاں
التواء کیوں اس قدر اس کی اشاعت میں ہوا
ٹیچی ٹیچی نے اُڑا لی ارمغانِ قادیاں
لو فرنگی کی اولوالامری سے باز آیا پسر
کس قدر بدلے زمین و آسمانِ قادیاں
خیر اب پنجاب کی مجھ کو نظر آتی نہیں
ہے بٹالے کے گلے میں ریسمانِ قادیاں
اس قدر پنجاب میں بامِ دزارت ہے بلند
چور چڑھتے ہیں لگا کر نردبانِ قادیاں
لاٹھ سے روٹھے گئے پنڈت کے استقبال کو
دیکھ کس روزن سے نکلا ہے رزانِ قادیاں
نیشنل کور و طوافِ شملہ و منعِ جہاد
خود غلام احمد نہ سمجھا چیستانِ قادیاں
لا الٰہ الاّ فرنگی کلمۂ دیں بروز
الفرنگی اکبر آوازِ اذانِ قادیاں

اس ضمن میں علامہ اقبال کی ایکس شاعر کے قلمی نام سے اور بھی نظمیں ریکارڈ پر موجود ہیں جن کو بیان کرنے کا یہ موقع نہیں ہے۔

(جاری ہے)

ذی الحجہ کے ابتدائی دس دنوں کی فضیلت

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''کوئی دن ایسا نہیں ہے کہ جس میں عمل صالح اللہ تعالیٰ کے یہاں ان (ذی الحجہ کے) دنوں کے عمل سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہو۔''

صحابۂ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا جہاد بھی ان (ایام کے عمل) کے برابر نہیں؟ آپؐ نے فرمایا: ''(ہاں) جہاد بھی ان (دنوں میں کیے ہوئے عمل) کے برابر نہیں۔ مگر وہ شخص جو جان و مال لے کر جہاد کے لیے نکلے پھر ان میں سے کوئی چیز بھی واپس نہ لائے۔''

(نہ جان، نہ مال دونوں قربان کردے، یعنی شہید ہو جائے)۔

(بخاری شریف)

تشریح:۔اس حدیث پاک میں ماہِ ذی الحجہ کے ابتدائی دس دنوں کی بڑی فضیلت اور اہمیت بتلائی گئی ہے کہ اللہ جل شانہٗ کے نزدیک ان دس دنوں میں کیا ہوا نیک عمل اتنا محبوب اور پسندیدہ ہے کہ سال کے باقی دنوں کا کوئی عمل اتنا محبوب نہیں۔

سال کے تمام دنوں میں ان دس دنوں کے نیک اعمال سب سے زیادہ مقبول اور محبوب ہیں۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنا جو اسلام میں چوٹی اور سر کا مقام رکھتا ہے وہ بھی ان ایام کے اعمال کے برابر نہیں۔

البتہ جس شخص نے جان اور مال دونوں راہِ خدا میں قربان کر دیئے تو اس کی یہ ایثار و قربانی اور شہادت، اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان ایام کے عمل نیک کے برابر پسندیدہ ہو سکتی ہے۔ لہٰذا ان مبارک دنوں میں خداوند قدوس جل شانہٗ کی اطاعت و بندگی بہت لگ سے کرنی چاہیے اور غیر ضروری دنیاوی علائق سے ہٹ کر ہمہ تن باری تعالیٰ کی یاد میں مشغول ہونا چاہیے ذکر و فکر، تسبیح و تلاوت اور دیگر معمولات یومیہ میں کچھ نہ کچھ ضرور اضافہ کرنا چاہیے۔

تکبیراتِ تشریق

"اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْد" کو کہتے ہیں۔ (درمختار)

تکبیرِ تشریق کب سے کب تک پڑھیں

عرفہ کا دن یعنی ذی الحجہ کی نویں ۹ تاریخ کی فجر سے ذی الحجہ کی تیرہ تاریخ کی عصر تک ہر فرض نماز کے فوراً بعد بلند آواز سے ایک مرتبہ تکبیرِ تشریق پڑھنا واجب ہے۔ البتہ عورتیں یہ تکبیر آہستہ آواز سے کہیں تاہم حساب یہ کل بتیس نمازیں ہوتی ہیں جن کے بعد تکبیر تشریق کہنا واجب ہے اور ان پانچ دنوں کو جن میں یہ تکبیریں کہی جاتیں ہیں "ایام تشریق" کہتے ہیں (درمختار) یہ تکبیریں ہر شخص پر واجب نہیں ہیں ان کے واجب ہونے کی کچھ شرطیں ہیں جن کا ابھی ذکر آتا ہے۔

تکبیرِ تشریق واجب ہونے شرطیں

تکبیر تشریق واجب ہونے کے لیے درج ذیل تین شرطیں ہیں اگر یہ تینوں شرطیں کسی شخص میں موجود ہوں تو ایام تشریق میں اس پر تکبیر واجب ہے، اگر ان میں سے ایک شرط بھی نہ پائی جائے تو تکبیر تشریق واجب نہیں۔ (ہدایہ۔ خلاصۃ الفتاویٰ)

☆...... مقیم ہونا، مسافر پر تکبیر تشریق واجب نہیں۔

☆...... شہر ہونا، گاؤں گوٹھ والوں پر تکبیر تشریق واجب نہیں۔

☆...... جماعت مستحبہ ہونا، اکیلے نماز پڑھنے والوں پر اور تنہا عورتوں کا باجماعت نماز ادا کرنے سے اُن پر تکبیر تشریق واجب نہیں۔

شرائط کی ضروری تشریح:

پہلی شرط کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ کسی جگہ مقیم ہوں جیسے اپنے وطن اصلی میں ہوں یا مسافر نے کسی جگہ جہاں اقامت کی نیت معتبر ہوتی ہو کم از کم پندرہ دن قیام کی نیت کر لی ہو اور باقی دو شرطیں بھی موجود ہوں تو اس پر ایام تشریق میں تکبیر تشریق واجب ہے۔ مسافر شخص پر تکبیر تشریق واجب نہیں ہے خواہ وہ الگ نماز پڑھے یا اپنے ہی جیسے کسی مسافر امام کی اقتدا میں نماز باجماعت ادا کرے اور اگرچہ یہ مسافر یا مسافروں کی جماعت کسی شہر میں ہو اور اپنی جماعت کریں، ان پر بہر حال تکبیر تشریق

واجب نہیں، البتہ اگر یہ مسافر یا مسافرین کسی مقیم امام کی اقتدا میں شہر یا قصبہ میں نماز باجماعت ادا کریں تو پھران پر بھی امام کے تابع ہو کر تکبیر تشریق واجب ہو جائے گی۔

دوسری شرط کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ جمعہ وعیدین کے لیے شہر یا قصبہ ہونا شرط ہے، کسی چھوٹے گاؤں گوٹھ میں جمعہ وعیدین جائز نہیں، اس لیے ان کے باشندوں پر تکبیر تشریق بھی ایامِ تشریق میں واجب نہیں، اگر چہ گاؤں والے اپنی فرض نماز باجماعت ادا کریں،

البتہ اگر یہ لوگ کسی شہر یا قصبہ میں آکر مقیم امام کی اقتداء میں نماز باجماعت ادا کریں تو امام کے تابع ہو کران پر بھی تکبیر تشریق واجب ہو جائے گی۔

تیسری شرط کا مطلب یہ ہے کہ مذکورہ بالا دوشرطوں کے ساتھ تکبیر تشریق واجب ہونے کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ ایامِ تشریق میں جن جن فرض نمازوں کے بعد تکبیر تشریق کہنا واجب ہوتا ہے ان فرض نمازوں کو باجماعت ادا کیا گیا ہو اور وہ جماعت بھی مستحب جماعت ہو، مکروہ جماعت نہ ہو

مثلاً کسی مرد امام کی اقتداء میں وہ فرض باجماعت ادا کیا گیا ہو تو اس جماعت کے شریک تمام مقتدیوں پر امام سمیت تکبیر تشریق واجب ہوگی......لیکن اگر باوجود پہلی دوشرطوں کے پائے جانے کے کسی شخص نے ایامِ تشریق کی فرض نمازیں کل یا بعض بغیر جماعت کے تنہا ادا کریں تو اس پر تنہا ادا کی جانے والی نمازوں کے بعد تکبیر تشریق واجب نہیں۔اسی طرح اگر تنہا عورتوں نے مل کر کسی عورت ہی کو امام بنا کر اس کی اقتداء میں کوئی فرض نماز باجماعت ادا کی تو ان پر بھی تکبیر تشریق واجب نہیں ہوگی، کیونکہ عورتوں کی جماعت، جماعتِ مستحبہ نہیں ہے بلکہ مکروہ تحریمی ہے،

اسی طرح اگر عورتیں الگ الگ نمازیں ادا کریں تب بھی ان پر تکبیر تشریق واجب نہیں۔

البتہ اگر شہر یا قصبہ میں عورتیں کسی مقیم مرد امام کی اقتداء میں فرض نمازیں باجماعت ادا کریں اور امام نے ان کی اقتداء کی نیت بھی کر لی ہو تو جو نمازیں وہ امام کی اقتداء میں ادا کریں گی ان نمازوں کے بعد ان پر بھی امام کے تابع ہو کر تکبیر تشریق واجب ہو جائیگی۔لیکن عورتوں کو مساجد میں جا کر مردوں کی جماعت میں شریک ہو کر نماز ادا کرنا جائز نہیں ہے، مکروہ تحریمی ہے۔(بحر وشامی)

حل مشکلات کا نبوی نسخہ

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ مشکل میں یہ دعا فرماتے:

”اللھم لا سھل الا ما جعلته سھلاو انت تجعل الحزن اذاشئت سھلا“

ترجمہ:”اے اللہ! کچھ آسان نہیں مگر جسے آپ آسان بنادیں،
آپ غم کو جب چاہیں آسان بنادیں“۔

[ابن حبان، جلد۳، صفحہ۹۷۴، ابن سنی، ۳۱۱، بہ سند صحیح]

ہر رنج وغم دور کرنے کا نبوی نسخہ

حضرت مکحولؒ فرماتے ہیں کہ جو یہ کہے گا، اللہ اس کے حق میں مصائب وآلام کے ستر دروازے بند فرمادے گا (یعنی تمام دروازے) جس کا ادنیٰ فقر ہے:

لاحول ولا قوة الا بالله ولا منجا من الله الا اليه

ترجمہ:”نہ کوئی قوت ہے، نہ طاقت ہے، سوائے اللہ کے۔
نہ کوئی جائے پناہ ہے اللہ سے مگر اسی کی طرف“۔

[ابونعیم جلد۳ صفحہ ۱۵۶۰، ابن ابی شیبہ، جلد۱۰، صفحہ۴۲۹]

فقر دور کرنے کا نبوی نسخہ

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم کو اس بات سے کونسی چیز روکتی ہے کہ جب تم تنگی معیشت ہو تو جب گھر سے نکلو تو پڑھو:

بسم الله على نفسي ومالي وديني ، اللهم رضيني بقضآئك وبارك لي فيما قدرلي حتّٰى لا احب تعجل ما اخرت ولا تاخر ماعجلت .

ترجمہ:”اللہ کا نام اپنی جان، مال ودین پر اے اللہ! اپنے فیصلہ سے مجھے راضی فرمادے اور جو مقدر فرمائیں اس میں برکت عطا فرما تا کہ جسے آپ تاخیر سے دیں اس میں جلدی اور جسے آپ جلدی سے نوازیں اس میں تاخیر میں نہ چاہوں“۔[نزل الابرار، صفحہ۲۶۴، ابن سنی ۳۵۰]

جامِ توحید

از: مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحبؒ

تیرا آئینہ عالم رنگ و بو ہے
جدھر دیکھتا ہوں ادھر تو ہی تو ہے
ہزاروں حجاب اور اس پر یہ عالم
کہ چرچا تیرا جابجا کو بہ کو ہے
ثناء خواں تا دھر کو ذرّہ ذرّہ
سبھی کی زباں پر تری گفتگو ہے
جہاں ازل قدرتِ مطلقہ کی
شہادت سے معمور ہر چار سو ہے
تیرے فضل و رحمت نے بخشا ہے سب کچھ
بس اب تو میری ایک ہی آرزو ہے
کہ کردے مجھے ایسے بندوں میں شامل
کہ اشکِ سحر گاہ جن کا وضو ہے
بجاہِ شفیعؐ حبیب دو عالم !
شفیع گنہگار و خستہ حاضر
بامید عفو و کرم رو برو ہے

حمد باری تعالیٰ

(علامہ عبدالرشید نسیم طالوتؒ)

لائق حمد حقیقی ہے میرے اللہ تو
تو ہی رب العالمین ہے غیب سے آگاہ تو
تیری رحمت ہے محیط ایں جہاں و آنجہاں
اور حفاظت کیلئے ہر وقت ہے ہمراہ تو
مالکِ یومِ جزاء ہے خالقِ ارض و سما
تو کرم فرمائے تو دیتا ہے عز و جاہ تو
تو ہدایت دے تو ملتا ہے صراط مستقیم
اور انعمت علیھم کی دکھائے راہ تو
ہر اعانت غیر ممکن ہے عنایت کے سوا
اور عنایت تو فقط کرتا ہے اے اللہ تو
استعانت غیر سے پھر کیسے کرسکتے ہیں ہم
جب کہ دنیا اور عقبیٰ کا ہے شہنشاہ تو
انجمن انجم کی روشن ہے تیرے انوار سے
اور مولا ہے تجلی بخش مہر و ماہ تو
عَلّمَ الاُسماء سے لے کرتا بہ تعلیم قلم
ہر قدم ہر گام پر ہے رہنمائے راہ تو

آقا کا روضہ میری پلکوں کا ہو جاروب

کیا خوب ہو کیا خوب ہو کیا خوب ہو کیا خوب
آقا کا روضہ مری پلکوں کا ہو جاروب

فردوس کے مالک جو ہیں ترے محبوب
دوزخ کا وہ ایندھن بنے جو ہیں ترے معتوب

اللہ تعالیٰ کا جو محبوب ہے محبوب
اللہ تعالیٰ کی رضا ہے مجھے مطلوب

بوبکرؓ ہوں فاروقؓ ہوں عثمانؓ ہوں علیؓ ہوں
محبوب ہیں مجھ کو مرے محبوب کے محبوب

سو بار میں کہتا ہوں جو ہیں آپ کے منکر
معتوب ہیں معتو ب ہیں معتوب ہیں معتوب

جو ان کی نگاہوں میں حسیں ہیں وہ حسیں ہیں
جو ان کی نگاہوں میں ہوں معیوب ہیں معیوب

تیرے رخ گیسو کے تصور میں جو گذریں
وہ صبحیں بھی پیاری ہیں ہو شامیں بھی ہیں مرغوب

اللہ رے یہ غلبہ اعجاز رسالت
غالب بھی ترے سامنے آکر ہوئے مغلوب

اللہ کا مقبول ہے جو ہے ترا مقبول
مغضوب وہی ہوگا جو ہوگا ترا مغضوب
جو حسب ہدایت تری دنیا میں چلے ہیں
انشاء اللہ ہوں گے نہ قیامت میں وہ محسوب
وہ قعر مذلت میں گرے جوہوئے سرکش
ارفع وہ ہوئے جو تری رہ میں ہوئے مصلوب
دراصل ہو تھی تیرے ہی جذبوں کی نمائش
یحیٰؑ کا تبسم ہوکہ ہو گریہ یعقوبؑ
اللہ کے نبی آتے تھے بن کر ترے مناد
آدمؑ ہوں کہ عیسیٰؑ ہوں ہو موسیٰؑ ہوں کہ ایوبؑ
اس سلسلہ لوح وقلم کا ہیں سبب آپؐ
ہستی کی کتاب آپ کی ہستی سے ہے منسوب
یہ باغ جہاں آپ کی خاطر ہی کھلا ہے
لالہ ہے کہیں گل ہے کہیں سرو، کہیں دوب

میں کیاہوں فقط، یہ تری شفقت ہے کہ آقاؐ
سب کو جو پسند آیا مری نعت کا اسلوب

دل جس کا ہو معمور امیں حب نبیؐ سے
وہ ہونہیں سکتا کسی دجال سے مرعوب

اقوال حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ

☆ جھوٹے میں مروت نہیں ہوتی۔

☆ حاسد میں خوشی نہیں ہوتی غمگین میں بھائی چارہ نہیں ہوتا اور بداخلاق کے لیے سرداری نہیں ہوتی۔

☆ اللہ تعالیٰ کی منع کردہ چیزوں سے رک جاتو عابد ہوگا اللہ کی تقسیم پر راضی ہوجا تو مسلمان ہوگا۔

☆ جیسی تم لوگوں سے دوستی چاہتے ہو تم بھی ان کے ساتھ ویسی دوستی رکھو تب تم مومن ہوگے۔ بروں سے دوستی نہ رکھو ورنہ تو بھی برے عمل کرنے لگے گا۔

☆ جو بغیر قبیلہ کے عزت اور بغیر حکومت کے ہیبت چاہے اسے چاہیے کہ خدا کی نافرمانی کی ذلت سے نکل کر اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں آجائے۔

☆ اپنے کاموں میں ان لوگوں سے مشورہ لو جو خوف خدا رکھتے ہوں۔

☆ مجھے میرے والد محترم نے تین بہترین ادب کی باتیں سکھلائیں اور فرمایا اے بیٹے! جو بروں کی صحبت اختیار کرتا ہے سلامت نہیں رہتا جو بری جگہ جاتا ہے متہم ہوتا ہے اور جو اپنی زبان کی حفاظت نہیں کرتا شرمندگی اٹھاتا ہے۔

☆ نفس اللہ تعالیٰ کا مخالف ہے اور نفس کی مخالفت اللہ تعالیٰ کی دوستی ہے۔

☆ خوشامدی لوگ تیرے لیے تکبر کا بیج ہے۔

☆ عبادت توبہ کے بغیر درست نہیں ہوتی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے توبہ کو عبادت پر مقدم کیا ہے۔

☆ ابتلاء ایک شرف ہے اس لیے خاصان حق اس میں مبتلا کیے جاتے ہیں۔

☆ دل کی آنکھ عبادت سے کھلتی ہے اس کی رسائی لامکان تک ہے اور کائنات کا کوئی راز اس سے پہناں نہیں۔

☆ بے حد اعتقاد بربادی اور نکتہ چینی بدنصیبی ہے۔

☆ جو زبان پر قابو نہیں رکھے وہ پشیمان ہوگا۔

☆بہت سے ایسے گناہ جس کی وجہ سے بندہ رب تعالیٰ کے نزدیک ہو جاتا ہے اور بہت سی ایسی عبادات ہیں جن کی دور ہو جاتا ہے کیونکہ مطیع مغرور گناہ گار ہوتا ہے۔ گناہ گار خادم مطیع ہوتا ہے۔

☆انتقام کی قدرت رکھتے ہوئے غصہ کو پی جانا افضل ترین جہاد ہے۔

☆اپنے تیئں اللہ تعالیٰ کے محارم سے بچاؤ تا کہ عابد ہو اور جو کچھ قسمت میں ہو گیا اس پر راضی ہو۔

☆ایک گناہ بہت ہے اور ہزار اطاعت قلیل۔

☆صبح کو عزت حاصل کرنے کے لئے بازار ضرور جایا کرو۔ (یعنی تجارت کیا کرو)

☆جو اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتا ہے اس کو لوگوں سے وحشت ہوتی ہے۔

☆فاجر سے صحبت مت کرو کہ تجھ پر فجور غالب آجائے گا۔

☆گناہ ناسور ہے اگر ترک نہ کرو تو برابر بڑھتا رہے گا۔

☆توبہ کرنا آسان لیکن گناہ چھوڑنا مشکل ہے۔

☆انسان کے پاس ایک ایسی قوت ہے جو مستقبل میں جھانک سکتی ہے یہ اس وقت بیدار ہوتی ہے جب حواس خمسہ سو رہے ہوں اور دماغ مشاہدات کی مداخلت سے آزاد ہو۔

☆مصیبت میں آرام کی تلاش مصیبت کو ترقی دیتی ہے۔

☆دوسروں کے مال کی حرص نہ کرنا سخاوت ہے۔

☆حقیقی تقویٰ یہ ہے کہ جو کچھ تیرے دل کے اندر ہے اگر تو اس کو کھلے طباق میں رکھ کر بازار کا گشت لگائے تو اس میں ایک چیز بھی ایسی نہ ہو جس کو اس طرح آشکارا کرنے سے تجھے شرم آئے۔

☆اللہ تعالیٰ نے دنیا ہی میں جنت و جہنم کا نمونہ پیش کر دیا ہے کیونکہ راحت جنت اور تکلیف جہنم اور جنت کا صرف وہ حق دار ہے جو اپنے تمام کام اللہ تعالیٰ کو سنپ دے اور جہنم اس کا مقدر ہے جو اپنے کام سرکش نفس کے سپرد کر دے۔

☆جو شخص عبادت پر فخر کرے وہ گناہگار ہے اور جو مصیبت پر ندامت کا اظہار کرے وہ فرماں بردار ہے۔

☆انسان اعمال میں تو آزاد ہے مگر اس کی آزادی لامحدود نہیں اس لیے کہ اس کے اختیار میں کچھ شائبہ جبر بھی نہیں۔

☆تغیر اساس کائنات ہے۔ پانی کہیں سحاب بن رہا ہے کہیں موتی اور کہیں آنسو۔

☆نورِ ظلمت میں بدل رہا ہے اور ظلمت نور میں۔

☆ صاحبِ کرامت وہ ہے کہ جو اپنی ذات کے لیے نفس کی سرکشی سے ہر وقت آمادۂ جنگ رہے کیونکہ نفس سے جنگ کرنا اللہ تک رسائی کا موجب ہوتا ہے۔

☆ مومن کی تعریف یہ ہے کہ نفس کی سرکشی کا مقابلہ کرتا رہے اور عارف کی تعریف یہ ہے کہ جو اپنے پروردگار کی اطاعت میں ہمہ تن مشغول رہے۔

☆ بڑا زاہد دنیا میں یہ ہے کہ لوگوں کی ملاقات سے کنارہ کشی اختیار کرے۔

☆ صبر کرنے والے درویش کو اس لیے فضیلت حاصل ہے کہ مالدار کو ہر وقت اپنے مال کا خیال رہتا ہے اور درویش کو صرف اللہ تعالیٰ کا خیال رہتا ہے۔

☆ ہمارا دین سراپا ادب ہے جو اس کو ملحوظ نہیں رکھے گا وہ حرمان نصیب ہوگا۔

☆ نجات کا تعلق نسب سے نہیں بلکہ اعمال صالحہ پر موقوف ہے۔

☆ مال کے ساتھ جہاد کرنا تلوار کے ساتھ جہاد کرنے سے سخت تر ہے۔

☆ شکایت کا ترک کرنا صبر ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت سے خاص کر لیتا ہے یعنی تمام اسباب و وسائل ختم کر دیئے جاتے ہیں تا کہ یہ بات واضح ہو جائے کہ عطائے الٰہی بلا واسطہ ہے نہ کہ بالواسطہ۔

☆ ذکرِ الٰہی کی تعریف یہ ہے کہ جس میں مشغولیت کے بعد دنیا کی ہر چیز کو بھول جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس ہر چیز کا نعم البدل ہے۔

☆اس کو خوشی ہو جس کی آنکھ شہوات دیکھتی ہے اور اس کا دل ان شہوات کو نہیں چاہتا۔

☆جو شخص یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی شے پر موجود ہے یا کسی شے سے قائم ہے وہ کافر ہے۔

☆مصیبتوں کا نزول ہلاکت کے لیے نہیں بلکہ امتحان کے لیے ہوتا ہے۔

☆ کھلی ہوئی عداوت منافقت سے بہتر ہے۔

☆اگر چہ فضیلت جماعت میں ہے لیکن سلامتی گوشہ نشینی میں ہے۔

☆ آدمی کی نیک بختی اس میں بھی ہے کہ اس کا دشمن دانشمند ہو۔

☆ احسان تین باتوں کے بغیر کامل نہیں ہوتا اول اس کو چھوٹا سمجھے تو بڑا بن جائے گا۔ دوم اس کو پردے میں رکھنے سے یہ تمام یعنی پورا ہو جائے گا۔ سوم یہ کہ اس میں جلدی کرنے سے خوشگوار ہو جائے گا۔

☆ اللہ تعالیٰ اپنے بندے میں اس سے بھی زیادہ پوشیدہ ہے جتنا کہ رات کی تاریکی میں سیاہ پتھر پر چیونٹی رینگتی ہے۔

☆ نیکی کا کمال یہ ہے کہ اسے کم سمجھو اور چھپا کر کرو۔

☆ جب روزی تنگ ہو جائے تو استغفار کیا کرو تا کہ ابواب رزق کھل جائیں۔

☆ جن چیزوں سے عزت میں اضافہ ہوتا ہے ان میں تین یہ ہیں: اول ظالم سے بدلہ نہ لے، سوم مخالفت پر کرم گستری کرے، سوم جو اس کا ہمدرد نہ ہو اس کے ہمدردی کرے۔

☆ جب اپنے کسی بھائی کے ہاں جاؤ تو صدر مجلس میں بیٹھنے کے علاوہ اس کی ہر نیک خواہش کو مان لو۔

☆ کسی کے ساتھ بیس روز تک رہنا عزیز داری کے مترادف ہے۔

☆ جو شخص بے وقوفوں سے تعلقات رکھے گا ذلیل ہوگا جو علماء کرام کی صحبت میں بیٹھے گا عزت پائے گا، جو بری جگہ دیکھا جائے گا بدنام ہوگا۔

☆ اچھوں سے ملو بُروں کے نزدیک نہ جاؤ اس لیے کہ وہ ایسے پتھر ہیں جن میں جونک نہیں لگتی یعنی ان سے فائدہ نہیں پہنچتا۔

☆ انسان کے اہل وعیال اس کے اسیر ہیں نعمت کی وسعت پر انہیں وسعت دینی چاہیے ورنہ زوال نعمت کا اندیشہ ہے۔

☆ چار چیزیں ایسی ہیں جن کی قلت کو کثرت سمجھنا چاہیے ایک آگ دوسرے دشمنی تیسری فقیری اور چوتھا مرض۔ ☆ توبہ میں تاخیر نفس کا دھوکہ ہے۔ ☆ عمل خیر نیک نیتی سے کرنے کو سعادت کہتے ہیں۔

☆ چُغل خوری سے بچو اس لیے کہ یہ لوگوں کے دلوں میں دشمنی اور عداوت کا بیج بوتی ہے۔

☆ جو اپنی لغزش کو نظر انداز کرے گا وہ دوسروں کو بھی نگاہ میں نہ لائے گا۔

☆ لڑکی نیکی ہے اور لڑکا نعمت ہے اللہ تعالیٰ ہر نیکی پر ثواب دیتا ہے اور ہر نعمت پر سوال ہے۔

☆ مومن وہ ہے جو غصہ میں جادۂ حق سے نہ ہٹے اور خوشی سے باطل کی پیروی نہ کرے۔

☆ حق بات کہنی چاہیے وہ اپنے لیے مفید ہو یا نقصان دہ۔

حضرت ایوب علیہ السلام، صابرین کے امام

حضرت انس بن مالک ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کے نبی حضرت ایوبؑ اٹھارہ سال تک آزمائش وتکلیف میں مبتلا رہے، قریب اور دور کے تمام رشتہ داروں نے ان کو چھوڑ دیا، صرف ان کے مخلص بھائیوں نے تعلق قائم رکھا، جو صبح وشام ان کے پاس آتے جاتے تھے، ایک دن ایک نے دوسرے سے کہا کہ جانتے ہو کہ ایوبؑ سے ایسا گناہ ہوا ہے کہ اس جیسا گناہ کسی نے نہ کیا ہوگا؟ دوسرے نے پوچھا کہ ان سے کونسا گناہ ہوا ہے؟ وہ کہنے لگا کہ دیکھو! اٹھارہ سال کا عرصہ بیت گیا ہے، اللہ نے ان پر رحم نہیں کیا اوران کی بیماری اور تکلیف کو دور نہیں فرمایا؟ ایک روز جب دونوں ایوبؑ کے پاس آئے تو اس سے صبر نہ ہوسکا اس نے وہ بات ایوبؑ کے سامنے کہہ دی، حضرت ایوبؑ نے فرمایا کہ مجھے معلوم نہیں کہ یہ کیا کہتا ہے، ہاں البتہ یہ بات ہے کہ جب میرا دو آدمیوں کے پاس سے گزر ہوتا ہے اور وہ آپس میں جھگڑ رہے ہوتے اور پھر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تو میں اپنے گھر واپس آجاتا اوراس خیال سے کہ یہ اللہ کا ذکر کرتے ہیں، ان سے درگزر کردیتا تھا، آپ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ایوبؑ جب حاجت کے لئے نکلتے اور اپنی ضرورت پوری کر لیتے تو ان کی بیوی ان کا ہاتھ پکڑ کر اپنی جگہ تک پہنچا دیتی تھی۔ ایک دن حضرت ایوبؑ نے آنے میں تاخیر کی اور اسی جگہ پر ان کی طرف وحی نازل ہوئی کہ: ﴿ارکض برجلك ، هذا مغتسل بارد و شراب﴾ (ص:۴۲)

''یعنی اپنا پاؤں مارو، یہ نہانے کا ٹھنڈا پانی ہے اور پینے کا''۔

ادھر بیوی منتظر تھی اورانہوں نے دیکھا کہ کافی دیر ہوگئی ہے تو تھوڑی دیر بعد ایوبؑ ان کے پاس پہنچے، اس وقت یہ حال تھا کہ ساری تکلیفیں اور بیماری ختم ہوچکی تھی اور پہلے سے زیادہ حسین وجمیل ہوگئے تھے، بیوی نے جب ان کو دیکھا تو کہنے لگی کہ اللہ برکت دے، کیا تم نے خدا کے پیغمبر جو تکلیف میں مبتلا ہیں کہیں دیکھے ہیں؟ خدا گواہ ہے کہ جب وہ تندرست تھے تو ان کی شباہت اور شکل تجھ سے بڑی ملتی جلتی تھی۔ ایوبؑ نے فرمایا کہ میں وہی ایوب ہوں! ایوبؑ کے دو کھلیان تھے، ایک گیہوں (گندم) کا اور ایک جو کا، اللہ تعالیٰ نے دو بادل کے ٹکڑے بھیجے کہ ان میں سے ایک نے گندم کے کھلیان پر چاندی برسائی جس سے وہ کھلیان چاندی سے لبالب بھر گیا''۔[اخرجہ ابن حبان (۲۰۹۱) وابویعلی (۱/۱۷۶)]

حضرت مولانا یعقوب بھوپالی مجددیؒ کے اقوال

ایمان وتوکل کی خاص کیفیت جس وقت پیدا ہو اسی وقت اس سے کام لینا چاہیئے

ضلع بجنور میں ایک صاحب آملہ کا نوش دارو بناتے تھے جو نہایت قوی ہوتا تھا اور جاں بلب مریضوں کے لیے جواہر مہرہ کا کام دیتا تھا، وہ کہتے تھے کہ آملہ کو جوش دیتے وقت اس میں ایک قوت پیدا ہوتی ہے، ٹھیک اسی وقت اتار لینا چاہیئے، اگر آگ پر رہنا دیا گیا تو وہ ختم ہو جائیگی اور آملہ بے کار ہو جائیگا، وہ اس کا ٹھیک وقت پہچانتے تھے، لڑکے کو بھی بتایا، مگر اس کو پہچان نہیں آئی، وہ اس کو بنانے میں کامیاب نہیں ہوا، اسی طرح خاص موقعوں پر انسان میں ایمان وتوکل کی خاص کیفیت اور ایک روحانی طاقت ابھر آتی ہے، اگر اسی وقت اس سے کام نہ لیا جائے تو وہ ختم ہو جاتی ہے، پھر تکلف سے پیدا نہیں ہوتی، اگر حضرت سعد بن ابی وقاص اس وقت دیر لگا دیتے اور تدابیر سے کام لیتے تو وہ اس طرح دریا کو عبور نہیں کر سکتے تھے، یہ قوت اختیاری اور دائمی نہیں، بجلی طرح ظاہر ہوتی اور غائب ہو جاتی ہے، شیخ سعدیؒ نے حضرت یعقوبؑ کا واقعہ بیان کرتے ہوئے اسی کی طرف اشارہ کیا ہے۔

یکے پرسید ازاں گم کردہ فرزند	کہ اے روشن گہر پیر خردمند
زمصرش بوائے پیراہن شمیدی	چرا در چاہ کنعانش نہ دیدی
بگفت احوال ما بر جہانست	دمے پیدا و دیگر دم نہانست
گہے بر طارمِ اعلیٰ نشینم	گہے بر پُشت پائے خود نہ بینم
اگر درویش بر حالے بماندے	سر دست از دو عالم بر فشاندے

گنہگاروں ہی کی ضرورت ہے

فرمایا کہ جب کوئی آکر کہتا ہے کہ سب سے بڑا گنہگار میں ہوں، تو میں عرض کرتا ہوں کہ تمہاری ہی ضرورت تھی، یہ بڑے کام کی چیز ہے، اللہ کی راہ میں ان (معاصی) کی قربانی دو، نوٹوں کے تڑانے سے کام چلتا ہے، ملائی میں ملا کر کھائے نہیں جاتے، ان نوٹوں کے تڑانے کے لیے بنک ہے، یہ توبہ واستغفار کا بنک ہے جہاں یہ نوٹ تڑائے جاتے ہیں اور جہاں ان کی مانگ ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:" ومن یدع مع اللہ الھا اخر لا برھان لہ بہ فانما حسابہ عند ربہ ، انہ لا یفلح الکافرون "(اور جو کوئی پکارے اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود کہ جس کے لیے کوئی دلیل اس کے پاس نہیں ہے تو اس کا حساب پروردگار کے پاس ہوگا، یاد رہے کہ کافر فلاح

یاب نہیں ہوسکتا) اب اس اصلاح وتلافی کی تدبیر بتاتا ہے" وقل رب اغفر وارحم وانت خیر الرحمین "(اور کہو کہ اے پرودگار! بخش دے اور رحم فرمادے کیونکہ تو سب سے اچھا رحم فرمانے والا ہے)

سورۂ والعصر کی روشنی میں

فرمایا کہ پہلے انسان دبلا پتلا، سوکھا اور لاغر ہوتا ہے، پھر وہ گوشت، گھی میوے اور مقویات وعمدہ غذائیں کھاتا ہے تو شادابی اور تازگی آتی ہے، گوشت چڑھتا ہے، پھر ورزش، کسرت کرتا ہے، پھر جب اس کا بدن کسرتی اور طاقتور ہوجاتا ہے تو وہ میدان میں اترتا ہے، پہلوانوں سے دو دو ہاتھ کرتا ہے اور کشتی لڑنے کے قابل بنتا ہے، یہی تینوں مرحلے سورۂ والعصر میں بیان کئے گئے ہیں:" الاالذین امنو ا "یعنی ایمان لاکر اپنے اعضاء رئیسہ اور دل ودماغ کو صحیح غذا پہنچاؤ، پھران پر عمل کرو، جو بمنزلہ کسرت وورزش کے ہے" وعلمو الصالحات "اب اکھاڑہ میں اترواور اپنے ایمان وعمل صالح کا جوہر دکھاؤ، دوسروں کو حق وصبر کی تلقین کرو، اب تم دعوت وتبلیغ کے قابل ہوئے، اب اس میں سستی کروگے یا بخل سے کام لوگے، تو گنہگار ہوگے" وتواصوابالحق وتواصو بالصبر" اگر کوئی شخص زیادہ ترو تازہ وفربہ ہو اور وہ اپنی طاقت کا استعمال نہ کرے تو گنہگار اور اگر تندرست وطاقتور ہونے سے پہلے کسی کشتی بدلے اور اکھاڑے میں خم ٹھونک کر آئے تو نادان اور قصوروار ایمان وعمل صالح سے پہلے دعوت، غلطی اور ایمان وعمل صالح کے بعد خاموش رہنا اور دوسروں کو دعوت نہ دینا غلطی ہے، یہاں ایک لٹّو میاں تھے، بڑے کسرتی اور پہلوان مگر لڑے کسی سے نہیں۔

صحابۂ کرام میں اختلافات کیوں پیدا ہوئے

فرمایا کہ کئی بار یہ خیال آیا کہ آنحضرت ﷺ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد ہی صحابہ کرامؓ میں یہ حالات کیسے پیدا ہوئے اور ان میں اتنی جلدی اختلافات کی صورت کیسے پیدا ہوئی، غور کرنے سے معلوم ہوا کہ جو چیز جتنی اعلیٰ اور قیمتی ہوتی ہے اتنی ہی نازک اور ذکی الحس ہوتی ہے، انسان کے اعضاء میں آنکھ بڑی اعلیٰ اور قیمتی چیز ہوتی ہے، اتنی ہی نازک اور ذکی الحس ہے کہ ایک ذراسا کوئلہ کا ذرہ برداشت نہیں کرسکتی، فوراً کھٹک پیدا ہوجاتی ہے، اس کے مقابلہ میں پاؤں میں کتنی قوت برداشت اور صلاحیت ہے کہ کنکروں اور پتھروں پر چلتا ہے اور کوڑے کرکٹ پر پڑتا ہے اور اس میں فرق نہیں پڑتا، اچھا ہونا، ارفع ہونا دلالت کرتا ہے کہ نازک بھی ہے، آنکھ کو بار بار صاف کرنے اور دھوتے رہنے کی ضرورت ہوتی ہے، بال بھی آئیگا، تو بے چین کردیگا، جس میں قوت زیادہ بڑھی ہوئی ہے نزاکت بھی زیادہ ہے۔بس یہی نزاکت ہی ہمیں سمجھ آئی۔

خواتین کے صفحات

خادمۃ القرآن

لباس سے زیب وزینت

زیب وزینت کی چیزوں میں لباس کو بڑی اہمیت حاصل ہے،عمدہ اور صاف لباس صاحب لباس کے اعلیٰ ذوق کی علامت کہلاتا ہے۔

ارشادِربانی ہے:

''اے بنی آدم! ہر عبادت کے موقع پر اپنی زینت سے آراستہ رہو۔''(الاعراف:۳۱)

آیت مذکورہ میں لباس کو بھی زینت میں شمار کیا گیا،لباس کے سلسلے میں ایسی کوئی تعیین کہ خاص یہ لباس پہننا سنت ہے وارد نہیں۔

علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

نبی کریم ﷺ یا صحابہ وصحابیات سے کسی ایسے لباس کی تعیین کو بھی ضابطہ قرار نہیں دیا جاسکتا کہ یہی لباس پہننا لازم ہے اوراس کے علاوہ دوسرا لباس حرام ہے، دراصل لباس کے مقاصد مکان کے مقاصد کی طرح ہیں ۔عورتیں اس بات کی پابند ہیں کہ وہ ایسا لباس پہنیں جس میں مکمل پردہ ہو۔ جب مردوعورت سے ہر دو کا لباس مختلف ہوگا تو جس لباس میں پردہ پوشی زیادہ ہوتو وہ عورتوں کا اوراس کے برخلاف مردوں کا لباس ہوگا۔''

البتہ مندرجہ ذیل امور کا لحاظ رکھنا ضروری ہے:

لباس کے متعلق چند اصول:

☆ لباس ایسا ہو جو سر سے لے کر پاؤں تک تمام جسم کو ڈھک دے، کیونکہ ستر ڈھانپنے کے بقدر لباس پہننا واجب ہے۔

''اے اولادِ آدم! ہم نے تم پر لباس نازل کیا کہ تمہارے جسم کے قابلِ شرم حصوں کو ڈھانکے

اور تمہارے جسم کی حفاظت اور زینت کا ذریعہ بھی ہو اور بہترین لباس تقویٰ کا لباس ہے، یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔'' (الاعراف:۲۶)

﴿یا ایھا النبی قل لازواجک وبناتک ونساء المومنین یدنین علین من جلا بیبھن ذلک ادنی ان یعرفن فلا یوذین وکان اللّٰہ غفوراً رحیما﴾ (الاحزاب:۵۹)

علامہ ابن عابدینؒ ''ردالمختار'' میں فرماتے ہیں:

''اتنا لباس پہننا فرض ہے جو ستر کو ڈھانپ دے۔''

اور عورت کا مکمل بدن عورت (ستر) ہے، لہٰذا مکمل بدن کو ڈھانپنا ضروری ہے۔

☆ لباس اتنا ہلکا اور باریک نہ ہو کہ جسم اندر سے نظر آئے:

''حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں: ''اسماء بنت ابی بکر حضور ﷺ کے پاس تشریف لائیں اور انہوں نے باریک لباس زیب تن کیا ہوا تھا، آپ ﷺ نے ان سے منہ موڑ لیا۔''

حضرت علقمہ بن ابی علقمہ اپنی والدہ سے روایت کرتے ہیں کہ: ''حضرت حفصہ بنت عبدالرحمٰن اماں عائشہؓ کے پاس تشریف لائیں انہوں نے باریک ڈوپٹہ اوڑھا ہوا تھا۔ حضرت عائشہؓ نے اسے پھاڑا اور انہیں موٹا ڈوپٹہ پہنایا۔''

''حضرت وحید بن خلیفہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کے پاس ایک مرتبہ قبطی کپڑے آئے تو آپ ﷺ نے اس میں سے ایک قبطی کپڑا مجھ کو عطا کیا اور فرمایا کو اس کو پھاڑ کر دو ٹکڑے کر لینا، ان میں سے ایک کا کرتہ بنا لینا اور دوسرا اپنی اہلیہ کو دے دینا وہ اس کا ڈوپٹہ بنا لے گی۔ پھر جب میں واپس ہونے لگا تو آپ ﷺ نے فرمایا اپنی بیوی کو ہدایت کر دینا کہ قبطی کپڑے کے نیچے ایک اور کپڑا لگا لے تا کہ اس کپڑے کے باریک ہونے کی وجہ سے اس کے بال اور جسم نظر نہ آئیں۔''

☆ لباس اتنا تنگ اور چست نہ ہو جس سے جسم کی ہیئت اور ابھار معلوم ہو:

''رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ دوزخیوں کے دو گروہ ایسے ہیں جنہیں میں نے دیکھا، ایک گروہ تو ان لوگوں کا ہے جن کے ہاتھوں میں گائے کی دم کی مانند کوڑے ہوں گے جس سے وہ لوگوں کو ناحق

ماریں گے اور دوسرا گروہ ان عورتوں کا ہے جو بظاہر کپڑے پہنے ہوئے ہوں گی، مگر حقیقت میں ننگی ہوں گی، وہ مردوں کو اپنی طرف مائل کریں اور خود مردوں کی طرف مائل ہوں گی، ان کے سر بختی اونٹ کے کوہان کی طرح ملتے ہوں گے۔ ایسی عورتیں نہ تو جنت میں داخل ہوں گی اور نہ جنت کی بو پائیں گی، حالانکہ جنت کی بو اتنی اتنی دوری سے آتی ہے۔''

عورتوں کو مردوں جیسا لباس پہننا اور مردوں کی وضع قطع اختیار کرنا حرام ہے۔ لہٰذا لباس ایسا نہ ہو جو مردوں کے لباس کے مشابہ ہو۔

''حضرت ابوھریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ جناب نبی کریم ﷺ نے اس مرد پر لعنت فرمائی ہے جو زنانہ لباس پہنے۔ اسی طرح اس عورت پر بھی لعنت فرمائی جو مردانہ لباس پہنے۔''

☆ کافر اور فاسق عورتوں کا فیشن نہ ہو۔

''حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے زرد رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے دیکھا تو فرمایا یہ کفار کے کپڑے ہیں انہیں مت پہنو۔''

☆ فخر و تکبر اور دکھاوے سے پرہیز کیا جائے:

''جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص اپنی عزت طلبی اور بڑائی کے اظہار کی غرض سے اعلیٰ و نفیس لباس پہنے اللہ رب العزت اسے قیامت کے دن ذِلت و حقارت کا لباس پہنائے گا۔''

مذکورہ تفصیل کی روشنی میں لباس سے متعلق مختلف احکام درج ذیل ہیں۔

باریک لباس (شیفون، نیلون)

باریک لباس پہننا سرعام فحاشی پھیلانے کے مترادف ہے۔ اس سے اجتناب لازم ہے۔

ارشادِ ربانی ہے:

''بے شک جو لوگ مؤمنین میں بے حیائی پھیلانے کو پسند کرتے ہیں ان کیلئے دنیا و آخرت میں درد ناک عذاب ہوگا اور اللہ (انہیں خوب) جانتا ہے تم نہیں جانتے۔'' (النور: ۱۹)

''حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت اسماء بنت ابی بکر حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں گئیں

اور انہوں نے باریک کپڑے پہن رکھے تھے۔آپ ﷺ نے ان سے چہرہ مبارک پھیر لیا اور فرمایا اے اسماء! جب عورت بالغہ ہوجائے تو اس کیلئے درست نہیں کہ اس کے ان اعضاء کے علاوہ کچھ اور حصہ بدن کا نظر آئے۔آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ اور چہرے کی طرف اشارہ کیا۔''

اگر باریک لباس پہننا ہی ہو تو اس کے نیچے کچھ اور پہن لیا جائے تاکہ جسم کی حالت و ہیئت معلوم نہ ہو۔

''حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی کریم ﷺ کے پاس خلہ(عمدہ پوشاک)اور شامی کپڑا آیا تو آپ نے مجھے خلہ دیا اور اسامہ کو کپڑا دیا۔میں اپنا حلہ پہن کر حاضر ہوا تو آپؐ نے اسامہ سے پوچھا کہ تم نے اپنا کپڑا کیا کیا؟اسامہ نے کہا میں نے اپنی اہلیہ کو دے دیا۔آپ ﷺ نے فرمایا اسے کہو کہ اس کے نیچے کوئی موٹا کپڑا پہن لے تاکہ اس کے جسم کے اعضاء اور ہڈیوں کا حجم مردوں کے سامنے ظاہر نہ ہو۔''

باریک لباس اور سائنس

''عورتوں کے باریک لباس سے جہاں شرم وحیا،حجاب ووفا ختم ہوجاتی ہے وہاں اس کے کچھ نقصانات بھی واقع ہوئے ہیں۔''

ڈاکٹر لیڈ بیٹر کی وارننگ

مذکورہ ڈاکٹر روحانیت کا بہت بڑا محقق ہے۔لیڈ بیٹر کے مطابق جس لباس سے نسوانی جسم کی جھلک نظر آئے اس جسم سے میں نے غلیظ نسواری لہروں کو نکلتے ہوئے دیکھا ہے۔

الٹروائیلٹ کے نقصانات

سورج میں موجود الٹروائیلٹ ریز(Rays)سخت گرمی میں جلد اور جسم کیلئے بہت نقصان دہ ہوتی ہے۔اگر لباس موٹا ہو تو یہ شعاعیں لباس سے باہر ہی رک جاتی ہیں اور اگر لباس باریک ہو تو یہ شعاعیں جلد کو بہت زیادہ نقصان پہنچاتی ہیں۔''(بحوالہ میثاق)

دنیا کی بے ثباتی

جو جانتی ہو دنیا نہیں سجاتی — سمجھتا کیوں نہیں ظالم دنیا کی بے ثباتی
جس جان نے چکھنا ہو مزہ موت کا — جس جان نے کاٹنا ہو کھیت عمل کا
بھاگیا اُسکو اللہ جیسے دنیا نہیں بھاتی — سمجھتا کیوں نہیں ظالم دنیا کی بے ثباتی

جس جان نے رکھنا ہو آخرت میں بھرم　　حشر میں جس نے پانا ہو سایہ کرم
وہ جان غیر اللہ کے آگے سر نہیں جھکاتی　　سمجھتا کیوں نہیں ظالم دنیا کی بے ثباتی
آتش طوق وزنجیر کا عذاب ہو گا　　پھر چلیگی نہ سفارش نہ نوح کشتی
سمجھتا کیوں نہیں ظالم دنیا کی بے ثباتی　　نہ ڈر صرف موت سے نہ موت کا غم کر
ابتداء ہے موت سے یہ موت نہیں آخر　　عالم برزخ تک ابھی سفر ہے باقی
سمجھتا کیوں نہیں ظالم دنیا کی بے ثباتی　　اللہ وہ ہے بنایا تمھیں جب تم مردہ تھے
اللہ وہ ہے موت دی جب تم زندہ تھے　　وہ جان خسارے میں جسے ہدایت نہیں بھاتی
سمجھتا کیوں نہیں ظالم دنیا کی بے ثباتی　　ڈر اس آگ سے تو خود جس کا اندھن ہے
مت چمک تیرا اصل لباس کفن ہے　　جو جان جانتی ہو دنیا کی بے ثباتی
وہ دل سجاتی ہے دنیا نہیں سجاتی　　سمجھتا کیوں نہیں ظالم دنیا کی بے ثباتی

جن کے دل خواہشوں کے پھیر میں رہتے ہیں ان عقلوں پر پردے پڑ جاتے ہیں

حضرت داؤدؑ پر وحی آئی کہ اپنے ساتھیوں کو ہوشیار کر دو کہ

وہ اپنی نفسانی خواہشوں سے باز رہیں، جن کے دل خواہشوں کے پھیر میں رہتے ہیں میں ان کی عقلوں پر پردے ڈال دیتا ہوں، جب کوئی بندہ شہوت میں اندھا ہو جاتا ہے تو سب سے ہلکی سزا میں اسے یہ دیتا ہوں کہ اپنی اطاعت سے اسے محروم کر دیتا ہوں۔ مسند احمد میں ہے مجھے اپنے امت پر دو چیزوں کا بہت ہی خوف ہے ایک تو یہ کہ لوگ جھوٹ کے اور بناؤ کے اور شہوت کے پیچھے پڑ جائیں گے اور نمازوں کو چھوڑ بیٹھیں گے، دوسرے یہ کہ منافق لوگ دنیا دکھاوے کو قرآن کے عامل بن کر سچے مئومنوں سے لڑیں جھگڑیں گے۔ (تفسیر ابن کثیر جلد۳ صفحہ۳۰۹)

کھانا بھی ذکر کرتا ہے

ابن مسعودؓ سے صحیح بخاری میں ثابت ہے کہ کھانا کھانے میں کھانے کی تسبیح ہم سنتے رہتے ہیں۔ حضرت ابو ذرؓ والی حدیث میں ہے کہ حضورﷺ نے اپنی مٹھی میں چند کنکریاں لیں میں نے آپﷺ سے سنا کہ وہ شہد کی مکھیوں کی بھنبناہٹ کی طرح تسبیح خدا کر رہی تھیں اسی طرح حضرت ابو بکرؓ کے ہاتھ میں اور حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے ہاتھ میں بھی۔



بچوں کے صفحات

فرمانِ رسول اللہ ﷺ

1۔ جو شخص فحش بات کو آگے پھیلاتا ہے اس کو مرتے وقت کلمہ نصیب نہیں ہوتا۔

2۔ وہ شخص جنتی ہے جو رات کو سونے سے پہلے سب کو معاف کر کے سوئے۔

3۔ جو بندہ مجھ پر جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات کثرت سے دورد پاک پڑھے اس کا درود میں خود کانوں سے سنوں گا۔

4۔ جس نے میری ایک حدیث سنی اور دوسروں تک پہنچائی اس کیلئے قیامت کے روز میری شفاعت واجب ہوگی۔

☆☆☆☆

لاکھوں دوست

لاکھوں دوست بنانا کوئی خوبی اور بڑی بات نہیں اصل خوبی اور بڑی بات یہ ہے کہ انسان ایسے دوست بنائے جو لاکھوں مخالفتوں کے باوجود آپ کا ساتھ دیں۔

☆☆☆☆

رشتے

رشتے کانچ کے بنے ہوتے ہیں۔ یہ ٹوٹنے پر چبھتے ہیں۔ ہتھیلی پر سنبھال کر رکھنا کیونکہ انہیں ٹوٹنے میں ایک پل اور جوڑنے میں برسوں لگ جاتے ہیں۔

☆☆☆☆

شانِ عمر فاروقؓ

کون عمر؟

☆ وہ عمر جس کو آپ ﷺ نے اللہ سے مانگا تھا۔

کون عمر؟

☆وہ عمر جس نے 22لاکھ مربع میل پر اسلام کا جھنڈا لہرایا۔

کون عمر؟

☆وہ عمر جس کیلئے میرے آپ کے آقا ﷺ نے فرمایا کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا۔

کون عمر؟

☆وہ عمر جس کی بہادری پر یہودی یہ کہنے پر مجبور ہوگئے کہ اگر عمر دس سال اور حکومت کر جاتا تو پوری دنیا میں محمد ﷺ کا کلمہ نافذ کر دیتا۔

☆☆☆☆

عروج وزوال

عروج وزوال زندگی کا لازمی حصہ ہیں کیونکہ جب آپ عروج پر ہوتے تو آپ کے دوستوں کو پتا چلتا ہے کہ آپ کون ہیں اور جب آپ زوال میں ہوتے ہیں تو آپ کو پتا چلتا ہے کہ آپ کے دوست کون ہیں۔

☆☆☆☆

جانور اور فرشتہ

جانوروں میں عقل اور فرشتوں میں خواہش نہیں ہوتی جبکہ انسان میں دونوں ہوتی ہیں۔انسان عقل کو دبادے تو جانور اور خواہش کو دبادے تو فرشتوں سے بھی افضل ہوجاتا ہے۔

☆☆☆☆

رزق میں کمی کردینے والے 5اسباب

ا۔فجر کے بعد اور مغرب اور عشاء کے درمیان سونا۔

۲۔قبرستان میں ہنسنا۔

۳۔سجدہ تلاوت نہ کرنا۔

۴۔اندھیرے میں کھانا کھانا۔

۵۔نماز قضا کرنا۔

اُمید

لوگوں کیلئے آپ تب تک اچھے ہو جب تک آپ ان کی امیدوں کو پورا کرو اور سبھی لوگ اچھے ہیں جب تک آپ ان سے کوئی امید نہ رکھو۔

زندگی میں مصیبتیں کم کرنا چاہتے ہو تو مصروف رہو۔

☆☆☆☆

زبان

صحابہ نے کسی عورت کے بارے میں پوچھا کہ وہ نماز بھی پڑھتی ہے، صدقہ بھی خوب کرتی ہے لیکن اس کی زبان سے اس کے ہمسائے محفوظ نہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا یہ عورت جہنمی ہے۔ اسی طرح دوسری عورت کے متعلق کہا گیا کہ وہ صرف فرض نماز پڑھتی ہے، صدقہ صرف فرض ادا کرتی ہے، لیکن اس کی زبان سے اس کے ہمسائے محفوظ ہیں۔ آپ ﷺ نے کہ یہ عورت جنتی ہے۔

☆☆☆

احترام والدین

اسلام میں سب سے پہلے جس چیز کے احترام کی دعوت ہے وہ خدائے بزرگ و برتر ہے جو سب بڑوں کا بڑا ہے اور جس کے ہاتھ میں اقتدارِ اعلیٰ ہے اس کے بعد اسلام میں والدین کے احترام کے علاوہ بزرگوں کے احترام کی تائید کی گئی ہے۔ ایک شخص نے خدمت اقدس میں ہو کر کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ میرے حسن سلوک کا مستحق کون ہے؟

''فرمایا تیری ماں، پوچھا پھر کون؟ فرمایا تیری ماں، اس نے عرض کیا پھر کون؟ فرمایا تیری ماں۔ تین دفعہ آپ نے یہی جواب دیا چوتھی دفعہ پوچھنے پر ارشاد ہوا تیرا باپ۔''

اس حدیث سے والدین کے احترام کی تعلیم ملتی ہے۔

غرض اسلام میں ماں باپ اور بزرگوں کے احترام کو انسانی رشتوں میں افضل و برتر بتایا گیا ہے۔ جو لوگ بزرگوں کا احترام کرتے ہیں اور ان کی خدمت بجالاتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی نیکی کا اجر و ثواب ان کو دے گا۔

☆☆☆

ماہنامہ مِلّیہ فیصل آباد پاکستان

بفیض

قطب الاقطاب حضرت مولانا شاہ **عبدالقادر رائپوری** رحمہ اللہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا **زکریا صاحب مہاجر مدنی** رحمہ اللہ

رئیس الاحرار حضرت مولانا **حبیب الرحمٰن لدھیانوی** رحمہ اللہ

امیر ثانی تبلیغ حضرت مولانا **محمد یوسف صاحب کاندھلوی** رحمہ اللہ

حضرت مولانا **انیس الرحمٰن لدھیانوی** رحمہ اللہ بانی جامعہ

پیر طریقت حضرت **سید نفیس الحسینی** رحمہ اللہ

- عصر حاضر کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ۔

اس میں وہ سب کچھ جس سے ہر ایک مسلمان کا باخبر رہنا ضروری ہے۔

- بے لاگ تبصروں اور تحقیقاتی تجزیوں سے بھرپور
- نقطہ نظر کا کالم ہر لکھنے والے کے لئے
- آپ کے مسائل اور انکا حل
- طلباء، خواتین اور بچوں کے خصوصی صفحات
- حصہ شعروسخن ۔جس میں حمد ونعت، نظم اور غزل ۔
- تذکرۂ اکابر سے مزین تحقیقی مقالہ جات
- خود بھی پڑھیں اور دوسروں کو بھی پڑھنے کی دعوت دے کر اس صدقۂ جاریہ میں شریک کریں۔

رابطہ کیلئے ماہنامہ مِلّیہ جامعہ مِلّیہ اسلامیہ محلہ خالصہ کالج فیصل آباد فون 041-8711569

MONTHLY MAGAZINE
Millia
JAMIA MILLIA ISLAMIA
FAISALABAD PAKISTAN
Reg:M # FD-16

MOHALLAH KHALSA COLLEGE FAISALABAD Ph:041-8711569
E-mail: milliafsd@yahoo.com
Fax # 041-8502213